اشوکِ اعظم

انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

سلسلۂ مطبوعاتِ انجمنِ ترقّیٔ اُردو (ہند)، دہلی نمبر ۔ ۲۱

"اِس نے نیکی کرنے کی تمام امکانی کوششیں کیں ۔ اِس نے امورِ خیر کی ترویج کے لیے ہر ممکن ذریعہ اختیار کیا اور اِس نے اپنی مقدرت بھر ہر شخص کے ساتھ بھلائی کی"

میک فیل

اشوکِ اعظم

مُصنّفہ

ڈاکٹر محمّد حفیظ سیّد ۔ ایم ، اے ۔ پی ، ایچ ، ڈی ۔
ڈی لٹ ۔ ایل ، ٹی وغیرہ

شائع کردہ

انجمنِ ترقّیٔ اُردو (ہند) دہلی

سنہ ۱۹۴۴ء

غزل

مطبوعہ ہمدرد الیکٹرک پریس دہلے

فہرست

۴۔ چوتھا باب

۵۔ پانچواں باب

۶۔ چھٹا باب

پیش لفظ

تاریخ مصنّف کا موضوع نہیں - اس نے ساری عمر مختلف مذاہب اور اُن کے فلسفوں کے مطالعے میں صرف کی ہے - یا ایسے علوم کی سیر میں جن کا تعلّق تعلیمِ اطفال سے ہے یا نقدِ ادب سے - مگر ڈاکٹر عبدالحق کے سے جامع العلوم کی بارگاہ میں دوسروں کی بے بضاعتی کا عُذر بھلا کہاں مسموع ہوتا ہے! انھوں نے بُدھ مت اور اُس کے بانی ہی پر مجھ سے کتاب نہ لکھوائی بلکہ اشوک پر بھی! اب یہ کتاب کس معیار کی ہوئی، اس کا فیصلہ صاحبانِ بصیرت فرمائیں گے - اتنا عرض کر دینا البتّہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مختصر سی کتاب میں اشوک کے بارے میں وہ تمام باتیں جمع کر دی گئی ہیں، جو اب تک مختلف زبانوں میں مختلف ممالک کے محققین و مورخین نے پیش کی ہیں - اور سب سے بڑا کام اس ضمن میں یہ کیا گیا ہے کہ بڑی محنت و کاوش سے اشوک کے تمام کتبے اُردو میں منتقل کر دیئے گئے ہیں - اس ترجمے میں کسی خاص مورخ کی پیروی نہیں کی گئی ہے - بلکہ سنارٹ، اسمتھ، میکسم فیلی، بھنڈارکر اور مکرجی میں سے جو قرینِ عقل معلوم ہوا اُسے ترجیح دی گئی ہے

میں اُردو کے مشہور افسانہ نویس، علی عباس حسینی کا ممنون ہوں کہ

اُنھوں نے مجھے اِس کتاب کے لیے مواد فراہم کرنے اور کتبوں کے ترجموں میں بڑی مدد دی۔ سچ تو یہ ہی کہ اُن کی اعانت کے بغیر دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے، شاید یہ کام میرے لیے ناممکن ہوجاتا۔

محمّد حفیظ سیّد

۲۸ر جنوری سنہ ۱۹۴۳ء

پہلا باب

تاریخی حالات

سکندرِ اعظم کے حملے نے ہندستان کو پہلی دفعہ شہنشاہیت کی لال پری کا چہرہ دکھایا اور اِس فاتح کی واپسی پر مگدھ (بہار) کا راجا چندرگپت موریا پورے ہندستان کو زیرِ نگیں لانے میں کام یاب ہوا۔ اِس اولوالعزم شہنشاہ کی فاتحانہ جنگ جوئیاں اور ایک چھوٹے سے راجا سے شہنشاہِ اعظم بننے میں جدوجہد کی تفصیلات دست بُردِ زمانہ نے ہم تک نہ پہنچنے دیں۔

البتہ اگر ہم سلیوکس کے سفیر میگس تھینز کے بیانات اور کوٹلیا (چانک) کی ارتھ شاستر سے مدد لیں تو ہمیں اُس کے مُلکی انتظام اور جہاں بانی کا ایک ایسا خاکہ مل جاتا ہے جس میں تخیل کی رنگ آمیزی سے ایک مکمل تصویر پیش کی جاسکتی ہے۔

لیکن اس کے برخلاف چندرگپت کے پوتے اشوک اعظم کے کارناموں کے بیان کے لیے دوسروں کے سہارے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اس شہنشاہِ روشن ضمیر نے اپنے سوانح کو بقائے دوام کا جامہ لاٹھوں، پہاڑیوں، پتھروں اور غاروں کی دیواروں پر کندہ کراکے اس طرح دے دیا ہے کہ امتدادِ زمانہ کا سخت ہاتھ بھی اُنھیں کُلیتہً فنا نہ کرسکا اور آج بھی

وہ زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ

"ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما"

بچپنا اور جوانی لیکن ان کتبوں سے ہمیں اشوک کی پیدایش، بچپنے، عنفوانِ شباب اور تخت و تاج کے لیے جنگ کے حالات نہیں ملتے۔ ان کے جاننے کے لیے ہمیں اِن روایتوں سے کام لینا پڑے گا جو ہندستان اور لنکا کے پیروانِ بدھ نے اپنی کتابوں[1] میں لکھ رکھی ہیں۔

بدھ کے ماننے والوں کی نظر میں اشوک کا مرتبہ مہاتما بدھ سے کچھ ہی کم ہے۔ اس لیے ان لوگوں نے اشوک کی شخصیت کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دونوں کے بیان میں مبالغے سے کام لیا ہے۔ اِن دونوں شخصیتوں کے دو الگ الگ نام ہیں۔ کال اشوک (سیاہ اشوک) یا چنڈا اشوک (بدمعاش اشوک) اور دھرم اشوک (مذہبی اشوک)۔ اِن روایتوں کے مطابق اشوک بدھ مت قبول کرنے کے پہلے حد درجہ ظالم، بدکردار، سنگ دل و خوں خوار تھا۔ "اشوک اودھان" کے مصنف نے تو بہیمیت کے اس افسانوی سلسلے کو یہاں تک دراز کیا ہے کہ اس نے یہ لکھ دیا ہے کہ اشوک نے لوگوں کو آزار دینے کے لیے ایک مخصوص جہنم تیار کیا تھا جہاں سزا دینے اور تکلیف پہنچانے کے نئے نئے طریقے ایجاد کیے جاتے تھے۔ اِن روایتوں کو مشکوک بنانے کے لیے اُن کے مبالغے کے علاوہ اُن کا آپس کا تضاد بھی کافی ہے۔ جنوبی ہند کی روایتیں کچھ اور کہتی ہیں۔ اور شمالی ہند کی کچھ اور۔

---

[1] مہاونش، دیپاونش، اشوک اودھان، مہابودھی، دیو اودھان، موریا ونشان

پھر بھی جہاں تک اِن میں آپس میں اتفاق ہو، اور بات بھی ایسی ہو جو اشوک کے بعد کے کردار سے بالکل مختلف نہیں ہو ان کے بیانات پر ہمیں بھروسہ کرنا ہی پڑے گا۔

اشوک کے بھائی

چناں چہ مہاونش اور دیپاونش سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ چندرگپت موریا کے مرنے کے بعد اُس کے بیٹے بندوسار نے بتیس[۳۲] سال تک حکومت کی۔ بندوسار کی سولہ[۱۶] بیویاں تھیں اور ایک سو ایک[۱۰۱] بیٹے۔ اِن بیٹوں میں سے سب سے بڑے بیٹے کا نام سومن تھا۔ اُتری ہندستان والے اِسے شوسم کہتے ہیں۔ اِس سومن یا شوسم کے دو مختلف البطن بھائیوں کے نام اشوک اور تِسیا تھے۔ آخرالذکر ایک ہی ماں سے تھے۔ اس خوش نصیب رانی کا نام دَھرما تھا۔ وہ بھی چندرگپت کی ماں کی طرح موریا چھتریوں کے خاندان سے تھی۔ اس خاندان کا مذہبی پیشوا اَجیسان نامی اَجیوک راہب تھا۔ اور اسی لیے اشوک نے اَجیوک فرقے کی سرپرستی کی، اور اِن کے لیے باراباَر میں تین غار بڑے اہتمام سے بنواکر وقف کیے۔ شمالی ہند کی روایتیں اشوک کی ماں کا نام سُوبھدرنگی اور اسے چمپا کے ایک برہمن کی لڑکی بتاتی ہیں۔ وہ اشوک کے ہم بطن چھوٹے بھائی کو تِسیا کی جگہ وِگَت اشوک اور وت اشوک موسوم کرتی ہیں۔[۱] ان روایتوں کے مطابق اشوک کی پیدائش ہی سے اِس میں اس طرح کی واضح خصوصیتیں پائی جاتی تھیں کہ اس کے لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ

---

[۱] بعض روایتیں مہندر کو اشوک کا بھائی بتاتی ہیں۔ چناں چہ میک فیل اور اسمتھ نے بھی یہی لکھا ہو لیکن ہندستانی مورخین مہندر کو بیٹا ہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ صحیح بھی ہو۔

بالائے سرش زہوش مندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

اِس نے بہت جلد علوم حاصل کیے ۔ فنونِ سپہ گری سیکھے اور سِنِ شعور کو پہنچنے سے پہلے ہی صوبے داری اور باپ کی نیابت کرنے کی صلاحیت پیدا کرلی ۔ دکنی روایتوں کے مطابق وہ اونتی کا صوبے دار مقرر کردیا گیا ۔ اِس صوبے کا اس زمانے میں دار السلطنت اُجّین تھا اور یہیں اشوک قیام پزیر ہوا اور انصرام اُمور و انتظامِ مملکت میں مصروف ہوگیا ۔

شمالی ہند کی روایتیں اسے "سواس" کا صوبے دار بتاتی ہیں، جس کا دار السلطنت ٹکشلا تھا ۔ بلکہ بعض کا تو یہ بھی بیان ہے کہ اس کا بڑا بھائی سوسن یا شوسم یہاں کے انتظامات میں ناکام یاب رہ چکا تھا اور اشوک نے تمام عقدۂ لاینحل کو ناخنِ تدبیر سے کھول دیا اور اپنی قابلیت و رعایا پروری کے لیے دور دور مشہور ہوگیا ۔

سوسن سے جنگ

مورخین ان دکنی اور شمالی روایتوں کے اِس اختلاف کو یوں مٹاتے ہیں کہ وہ اس امر کا امکان تسلیم کرلیتے ہیں کہ اس نے دونوں صوبوں کی صوبے داری یکے بعد دیگرے کی ہوگی ۔ بہرحال یہ یقینی ہے کہ ۲۷۴ ق م[1] میں جب بندوسار نے انتقال کیا تو شوسم یا سوسن سواس کے صوبے دار کی حیثیت سے وہاں کے سرحدی قبائل کی ایک بغاوت فرو کرنے میں مشغول تھا اور اشوک اُجّین میں اونتی کی صوبے داری کررہا تھا ۔

لے ۔ پروفیسر رادھاکمد مکرجی نے اپنی کتاب "اشوک" میں اس سن کے صحیح ہونے کے بہت سے دلائل پیش کیے ہیں، دیکھو صفحہ ۳۹ تا ۴۱ ۔

بڑے بھائی کو اس طرح منہمک دیکھ کر بِندوسار کے تجربے کار وزرا اور اکابر اُمرا کے مشورے و حمایت سے اشوک نے تاج و تخت کا دعوا کیا۔ روایتوں کا بیان ہو کہ اشوک کو سریر آرائے سلطنت ہونے کے لیے چار برس تک خوں ریز جنگ کرنا پڑی جس میں تِسیا کے علاوہ اِس کے ۹۹ بھائی مارے گئے اور اعزا و اقربا کا ایک دریائے خون بہایا گیا۔

لیکن تاریخ نہ تو اشوک کے بھائیوں کی اس کثرتِ تعداد کی قائل ہو اور نہ اشوک کی اس خوں آشامی کی۔ اس لیے کہ اوّل تو اس کے کتبوں سے اس کا کوئی پتا نہیں چلتا کہ اُس نے اِس قدر بے رحمی اور سفاکی کی ہوگی۔

دوسرے اس کے کافی ثبوت[۱] موجود ہیں کہ اِس کے دورانِ حکومت میں اِس کے متعدد بھائی اور اعزا و اقربا موجود اور زندہ تھے، اور اُس نے اپنی حرم سرا کی طرح اُن کے محلات کے اخلاق و رُوحانی فروغ کے لیے دھرم مہا ماتر مقرر کیے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ اِن بھائیوں میں سے کئی مختلف صوبوں کے صوبے دار تھے اور پاٹلی پُتر (پٹنہ) کے علاوہ ٹکشلا، توسالی، اُجین اور سوزنگری میں مقیم تھے۔

اس کے علاوہ اشوک نے جس صداقت اور خلوص سے جنگ کلنگ پر اظہارِ افسوس کیا ہو وہ اس امر پر دال ہو کہ اگر اس نے اپنے بھائیوں کا خون بہایا ہوتا تو وہ خاموش نہ رہتا اور نہ جانے کس قدر نادم و شرمندہ ہوتا۔

غرض اِن روایتوں کے بیان کے مطابق ۹۹ بھائیوں کا مارا جانا

---

[۱] سنگی کتبہ نمبر ۷، چھوٹے سنگی کتبے ۲، ۳، ۴، ۶، ۱۰، ۱۱، ۱۳ ستونی کتبہ نمبر ۷

صحیح نہیں مانا جاسکتا۔ زیادہ سے زیادہ اتنا تسلیم کیا جاسکتا ہو کہ اشوک کو تخت وتاج کے لیے اپنے بڑے بھائی سُومن یا شوسِم سے لڑنا پڑا اور وہ اس جنگ میں مارا گیا۔ حالاں کہ یہ بھی ممکن ہو کہ سُومن سرحدی قبائل کی بغاوت فرو کرنے ہی میں مارا گیا ہو۔ اور اشوک کا دامن بھائی کو قتل کرنے کے دھبّے سے پاک ہو۔

تاج پوشی اور القابات

بہرحال روایت و درایت اس پر مُصِر ہو کہ بندوسار کے انتقال کے چار برس[۵۱] بعد ۲۷۰ ق، م میں اشوک کی تاج پوشی کی رسم عمل میں آئی۔ اس نے اِس رسم کے بعد اپنے اسلاف کی تاسّی میں دیونام پیا (دیوتاؤں کا پیارا) اور پیاداسی[۵۲] یا پریہ درشن (نیک دل) کے لقب اختیار کیے۔ دیونام پیا کا لقب نیا نہ تھا اور نہ اشوک کے ساتھ مخصوص تھا۔ اشوک کے پہلے بادشاہ بھی اس طرح ملقب ہو چکے تھے۔ اور خود اُس کے ہم عصر لنکا کے بادشاہ "لِٹسا" کا بھی یہی لقب تھا۔ پیاداسی (پریہ درشن) کا لقب موریا خاندان میں چندرگپت کے زمانے سے چلا آتا تھا۔ اور اشوک اپنے دادا کا خلفِ صادق ہونے کی حیثیت سے اپنے کو

۵۱۔ پروفیسر بھنڈارکر کے نزدیک بندوسار کی موت اور اشوک کی تاج پوشی کے درمیان اتنی طویل مدت کا گزر جانا مشکوک ہو۔ اِن کا خیال ہو کہ بندوسار کی موت کے بعد ہی اشوک اور سُومن میں لڑائی ہوئی جس میں اشوک جیت گیا اور تخت نشینی و تاج پوشی ایک ساتھ ہوئی۔ لیکن اگر یہ مان لیا جائے کہ بندوسار کی موت کے بعد چار برس سُومن نے حکومت کی اور اُس کے مرنے یا مارے جانے پر اشوک تخت نشین ہُوا تو کیا قباحت ہو؟

۵۲۔ پیاداسی اور پریہ درشن دونوں ہم معنی ہیں۔ اور حقیقۃً ایک ہی لفظ کی قرأت کی دو مختلف آوازیں ہیں۔

اس کا مستحق سمجھتا تھا۔

بہ ہر نوع یہ دونوں لقب اُسے اِس قدر مرغوب تھے کہ اُس نے اپنے کتبوں میں اپنے نام کی جگہ اُنھی کو استعمال کیا ہے۔

چناں چہ ایک زمانے تک مورّخین کے پاس اس امر کا کوئی ثبوت نہ تھا کہ کتبوں کا پیاداسی اور دیونام پیا اشوک ہی ہے۔ یہ ثبوت ماسکی ضلع شولاپور (سلطنتِ حضورِ نظام) کے کتبے نے جو ۱۹۱۵ء میں ملا، بہم پہنچایا ــــــ اس کتبے میں صاف صاف "دیونام پیاسا اشوک" لکھا ہے۔ [۱]

تاج پوشی کے بعد سات سال تک کی زندگی کے تفصیلی حالات تو نہیں ملتے، لیکن ایک حد تک روایات یہاں کام میں لائی جاسکتی ہیں اور ان کی تصدیق ان کتبوں سے بھی کی جاسکتی ہے جن میں اِس نے مذہبی زندگی اختیار کرنے سے پہلے کی زندگی کی طرف اشارات کیے ہیں نیز اُن تمام حالات کا تطابق "ہوان سانگ" چینی سیاح کے اُن بیانات سے بھی کیا جاسکتا ہے جو اُس نے کئی صدی بعد ہندستان والوں کی زبانی اشوک کے بارے میں سُنے تھے۔ اور انھیں اپنے سفرنامے میں تحریر کر دیا تھا۔ ان تمام ذرائع سے جو باتیں محقق ہوتی ہیں وہ نیچے دی جاتی ہیں۔

ازواج و اولاد اشوک نے متعدد شادیاں کیں اور بہ کثرت عورتوں

---

[۱] اس ثبوت کے علاوہ مورّخین نے چند اور ثبوت جستجو اور تحقیق سے ڈھونڈھ نکالے ہیں۔ مثلاً یہ کہ (۱) ببھرو کے کتبے میں پیاداسی کو بادشاہ مگدھ لکھا ہے (۲) گرنار کے کتبے میں پاٹلی پُتر کو راج دھانی بتایا ہے (۳) سنگی کتبہ نمبر ۲، ۱۳ میں ہم عصر یونانی بادشاہوں کے نام دیے ہیں اور وہ سب اشوک کے ہم عصر تھے۔

سے تعلق کر کے انھیں حرم بنایا۔ بیویوں میں سے بعض تو شہنشاہ کے ساتھ پاٹلی پتر (پٹنہ) میں رہتی تھیں اور بہت سی مختلف صوبوں کی راج دھانیوں میں۔ کچھ ایسی تھیں جو ملکہ کے خطاب سے ملقب تھیں۔ اور اکثر ایسی جو شاہی حرم کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ بیویوں میں سے پانچ کے نام ہم تک پہنچے ہیں۔

(۱) دیوی جن کا پورا نام وِدیسا مہادیوی ساکیا کماری تھا۔ (۲) کارووا کی جو تیوار کی ماں تھیں اور جنھیں کتبوں میں دوسری ملکہ لکھا گیا ہے (۳) اسندھ مترا جنھیں سب سے بڑی ملکہ کہا گیا ہے (۴) پدماوتی (۵) تِسیارک سیتا۔

پہلی بیوی دیوی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مہاتما بدھ کے خاندان سے تھیں اور انھوں نے کئی استوپ اور عمارتیں سانچی اور بھلسا میں بہ طور یادگار کے بنوائیں۔

"مہاونش" میں لکھا ہے کہ دیوی نے اُجین ہی میں قیام کیا اور اشوک کے ساتھ انھوں نے اس لیے پاٹلی پتر جانا پسند نہ کیا کہ وہاں سب سے بڑی ملکہ اسندھ مترا تشریف فرما تھیں۔ دیوی کے بطن سے دو اولادیں ہوئیں، ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام مہندر[۱] اور لڑکی کا نام سنگھومترا تھا۔

چوں کہ دیوی بدھ کے خاندان سے تھیں اس لیے ان کا اپنے جدِّ امجد کے مذہب سے شغف رکھنا قابلِ تعجب بات نہ تھی۔ عجب نہیں کہ اُنھی کے اثر نے اشوک کو اس مت کی طرف راغب کیا ہو۔ اور سانچی اور بھلسا میں اپنی یادگاریں بھی بنانے کا شوق دلایا ہو۔ اُنھی کی تربیت کا یہ اثر تھا کہ ان کا لڑکا مہندر بیس برس کے سن میں ولی عہدی سے دست بردار

---

[۱] بعض مورخین نے مثل اسمتھ اور میک فیل کے مہندر کو اشوک کا بھائی لکھا ہے لیکن یہ غلط ہے۔

ہوکر اور تاہل کی زندگی ترک کرکے باقاعدہ سنگھ میں شریک ہوگیا۔ اور اِن کی لڑکی سنگھومِترا بھی بھائی کی تاسّی میں راہبہ بنی اور اُس نے اپنے شوہر اور بیٹے کو بھی اسی طرح کی زندگی بسر کرنے کی طرف راغب کیا۔

دیوی کے علاوہ رانیوں میں صرف ہمیں دوسری رانی کے بارے میں اتنی اطلاع ہی کہ وہ نارِ ے جلن کے بودھی درخت کاٹنے گئی تھیں لیکن کسی طرح اس میں کام یاب نہ ہوئیں۔ پھر ان کے نام سے ایک کتبہ الہ آباد کی لاٹھ میں موجود ہی جس میں تحریر ہی کہ اُنھوں نے دھرم کے لیے مختلف باغ اور عمارات وقف کیے۔ غالبًا یہی اشوک کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی تھیں۔ اولاد میں جن لوگوں کے نام مِلتے ہیں سب سے پہلا مہندر ہی۔ یہ سنہ ۲۸۵ ق م[1] میں پیدا ہوا سولہ برس کے سِن میں اس کی شادی ہوگئی اور بیس برس کے سِن میں وہ باقاعدہ طور پر بُدھ سنگھ میں شریک ہوگیا۔ لِٹسا اپن گولی کے مرنے کے بعد یہ سنگھ کا سردار مقرر ہوا اور لنکا کے بادشاہ کی دعوت پر وہاں بہ حیثیت مُبلّغ کے گیا۔ وہاں اِس نے پالی ترِی پٹھک کو سنگالی زبان میں ترجمہ کرکے رائج کیا۔ اپنے مِشن کو زیادہ کام یاب بنانے اور راہبات کا گروہ قائم کرنے کے لیے اُس نے اپنی بہن سنگھومترا کو بھی لنکا بُلا لیا۔ یہ شہزادی بودھی درخت کی ایک شاخ بھی وہاں نصب کرنے کے لیے ہم راہ لے گئی تھی۔ چناں چہ اصلی بودھی درخت کی یہ قلم

---

[1] پروفیسر مُکرجی نے یہ فرض کرکے کہ مہندر کی ولادت کے وقت اشوک کی عمر بیس برس رہی ہوگی شہنشاہ کی پیدائش سنہ ۳۰۴ ق م مقرر کی ہی اور اسے چندرگپت کی موت کے وقت تین چار برس کا بتایا ہی۔ لیکن اگر یہ سنہ پیدائش صحیح ہی تو اسے کم سے کم چھے برس کا ہونا چاہیے۔

بہت ہی تناور اور چھتنار درخت کی صورت میں اب تک لنکا میں موجود ہی۔

سنگھومترا ۲۸۲ ق م میں پیدا ہوئی۔ چودہ برس کے سن میں اس کی شادی اس کے پھوپھی زاد[1] بھائی اگنی برہما سے ہوئی۔ اس شوہر سے اِس کے ایک لڑکا ہوا جس کا نام اشوک نے متوفی بھائی کے نام پر سومن رکھا۔ یہ اٹھارہ برس کے سن میں ۲۴۴ ق م میں اپنے بھائی مہندر کے ساتھ بُدھ سنگھ میں داخل ہوگئی اور بھائی کے بُلانے پر لنکا جاکر ساری عمر وہیں راہبات کی سرداری کرتی رہی۔

مہندر کے علاوہ لڑکوں میں جن کے نام ہم کو ملتے ہیں وہ ملکہ کرووا کا لڑکا تیوار ہی۔ اور پدماوتی کے بطن سے کنال۔ آخرالذکر کو دھرم وِیوردھن بھی کہتے تھے۔ کشمیری روایتوں میں ایک اور لڑکے کا ذِکر ہی جس کا نام جَلَوک تھا اور جس کی بیوی ایسان دیوکی تھی۔ یہ باپ کی طرح بُدھ مت کا پیرو نہ تھا بلکہ شیو کا پُجاری تھا۔ اسمتھ کا خیال ہی کہ یہ اشوک کے بڑھاپے میں ٹیکشلا کا گورنر تھا اور شہنشاہ کے مرتے ہی خودمختار ہوکر کشمیر کا راجا بن بیٹھا۔ اس نے اپنی مملکت سے تمام غیرملکیوں کو جو غالباً یونانی تھے، نکال دیا اور بُدھ مت کو تقویت پہنچانے کی جگہ اُس کی پوری مخالفت کی۔ پوتوں میں دو کے نام ملتے ہیں ایک تو دسرتھ اور دوسرا سمپارتی ولد کُنال۔ مورخین کا خیال ہی کہ اشوک کے مرنے کے بعد انھی دونوں میں اس کی سلطنت بٹ گئی۔ دسرتھ مگدھ کا راجا ہوا اور سمپارتی اونتی اور اُپرانت کا یعنی مغربی دکنی حصوں کا۔ سمپارتی اُتنا ہی جوشیلا جینی تھا جتنا کہ اشوک بُدھ۔ چناں چہ

---

[1] اس رشتے سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ اُس وقت ہندوؤں میں اعزاے قریبی کی اولاد میں شادی ہوتی تھی۔

روایتوں میں ہے کہ نواحِ جودھپور میں ماولی کا مندر اسی نے بنوایا ہے۔ اور جہازپور کا قلعہ بھی اسی کا تعمیر کیا ہوا ہے۔ ؎۱

خود اشوک کے کتبوں سے چار ایسے لڑکوں کا پتا چلتا ہے جو "کمار" یا آریہ پتر کہلاتے تھے اور جو اس کے زمانے میں چار صوبوں کے حکمراں تھے۔ یہ شہزادے رانیوں کے بطن سے تھے ان کے علاوہ حرم کے بطن سے بھی اولادِ نرینہ تھی۔ اس لیے کہ حرم کے بطن سے جو لڑکے تھے ان کے لیے اشوک نے "کمار" کی جگہ "ڈالک" کا لفظ اپنے کتبوں میں استعمال کیا ہے اور اس طرح اِس فرق کو واضح کردیا ہے جو اس کی نظر میں رانیوں کے بیٹوں اور حرم کی اولاد میں تھا۔

چودہ سال کی روزانہ زندگی

بہرحال ان تمام تفصیلات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اشوک تعدّدِ ازدواج پر عامل تھا اس کی متعدد حرم اور بیویاں تھیں، کافی اولاد تھی، اور خاصا بڑا خاندان تھا وہ اپنے خاندان کے ساتھ راجاؤں کی روایتی زندگی بسر کرتا تھا سیر و شکار کا شایق تھا۔ کھیل اور تماشے میں دلچسپی لیتا تھا۔ چرند و پرند کا گوشت کھاتا تھا اور ملک کا انتظام اسی ڈھنگ پر کرتا تھا جو ارتھ شاستر میں بتایا گیا ہے۔

سنگی کتبہ نمبر ۶ سے سات برسوں کی روزانہ زندگی کے متعلق کچھ مزید معلومات بہم پہنچتے ہیں وہ لکھتا ہے "میں نے اسی لیے یہ کہا ہے کہ ہر وقت اور ہر مقام پر خواہ میں کھانا کھا رہا ہوں، بند زنان خانے میں ہوں یا خلوت خانے میں، چمن میں ہوں، گھوڑے پر سوار ہوں یا تفریحی باغ

؎۱ ڈاکٹر ونسنٹ اسمتھ

میں دگل گشت کر رہا ہوں، خبر رساں مجھے اُمورِ سلطنت کے بارے میں اطلاع دے سکتے ہیں۔"

ان جُملوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخت پر بیٹھنے کے بعد ایک زمانے تک اشوک لذیذ غذائیں کھاتا تھا حرم سرا کی عورتوں سے اظہارِ عشق و محبت کرتا تھا، خلوت خانے میں محبوب خاص یا احبابِ دل نواز سے دِل بہلاتا تھا اور اصطبلِ شاہی کے گھوڑے دیکھنے اور ان پر سوار ہونے میں گل گشتِ چمن میں اور سیر باغ میں کافی وقت صرف کرتا تھا۔

حجّی کتبہ نمبر ۸ سے اس کی زندگی کے ایک اور پہلو پر روشنی پڑتی ہے وہ کہتا ہے کہ شاہانِ سلف تفریحی دورے کرتے تھے جس میں وہ اپنا دِل سیر و شکار وغیرہ سے بہلاتے تھے لیکن اس نے اس طرح کے تفریحی دوروں کو اپنی تاج پوشی کے دسویں سال سے مذہبی دوروں میں بدل دیا ہے۔ اس کتبے سے یہ صاف ظاہر ہے کہ تاج پوشی کے دسویں سال یعنی تخت نشینی کے چودھویں سال تک وہ بھی تفریحی دورے کیا کرتا تھا۔ ان تفریحی دوروں میں کیا کیا ہوتا تھا اس کا پتا مہابھارت سے چلتا ہے۔ مُدیودھن اور دوسرے راجاؤں کی اس طرح کی سیر و تفریح دیکھی جائے تو اس سلسلے میں ناچ رنگ و شراب نوشی، جُوا، جنگی مقابلے اور شکار[۱] سب ہی کچھ ملتا ہے۔ اشوک بھی اتنی مدت تک یقینی ان تمام بُرائیوں میں گرفتار رہا۔ اور اپنے دادا کی طرح شکار کا شایق رہا۔ موریا خاندان میں یہ شکار کیوں کر کھیلا جاتا تھا اس کی تفصیل میگس تھینز کی زبان میں ملتی ہے گو یہ بیان چندر گپت موریا کے زمانے کا ہے، مگر اشوک نے دادا کی آنکھیں دیکھی

سلہ۔ کوٹلیا نے ارتھ شاستر میں راجا کے لیے شکار کھیلنا بہت ضروری بتایا ہے۔

تھیں اور طور طریقے وہی سیکھے تھے جو اسلاف کے تھے۔ اس لیے گمان غالب یہی ہے کہ تخت نشینی کے بعد چودہ سال تک وہ بھی اسی عنوان سے شکار کھیلتا رہا جو چندرگپت موریا کا تھا۔ میگس تھینز کے الفاظ میں اس شکار کی شان دیکھیے

موریا شکار

بادشاہ کے گرد نازنینانِ پری چہرہ کا ایک حلقہ ہوتا ہے۔ اس دائرے کے باہر نیزے بازوں کا ایک حلقہ ہوتا ہے۔ سڑک کے دونوں جانب رسے کھینچ دیے جاتے ہیں۔ اور کسی مرد یا عورت تماشائی کی یہ مجال نہیں کہ وہ ان رسّوں کے اندر داخل ہو جائے۔ ایسا کرنا موت کو پیغام دینا ہے۔ اس جُلوس کے آگے آگے ڈگر لوگ نقارے بجاتے چلتے ہیں۔ بادشاہ جنگل کے محصور حصّوں میں شکار کھیلتا ہے۔ اور ایک اونچے مقام سے تیر اندازی کرتا ہے۔ اس کی بغل میں دو یا تین مُسلّح عورتیں کھڑی رہتی ہیں۔ جب وہ کھلے میدانوں میں شکار کھیلتا ہے تو وہ ہاتھی پر سوار ہو کر تیر اندازی کرتا ہے۔ مستورات میں سے کچھ تو رتھوں پر ہوتی ہیں کچھ گھوڑوں پر اور کچھ ہاتھیوں پر اور وہ ہر طرح کے اسلحہ سے اس طرح آراستہ ہوتی ہیں جیسے وہ جنگ پر جا رہی ہیں"

سیر و شکار کے ساتھ ساتھ چودہ سال تک اشوک نے میلوں، ٹھیلوں، دعوتوں اور تماشوں میں بھی کافی دِل چسپی لی ہے۔ سنگی کتبہ نمبر ا میں اس نے اِس کا اقرار کیا ہے کہ دُوسرے بادشاہوں کی طرح اِس نے رعایا کو خوش کرنے کے لیے اس طرح کے جشن کیے تھے جنھیں "سماج" کہتے تھے۔ یہ سماج دو طرح کے ہوتے تھے ایک میں تو رعایا کو لذیذ ترین کھانے تقسیم کیے جاتے تھے۔ اس کے لیے خاص طور سے مختلف طرح

کے گوشت اور مچھلی کی چیزیں بڑے اہتمام سے تیار کی جاتی تھیں۔ دوسری قسم کے سماج میں ناچ گانا ہوتا تھا اور کُشتی، تیراندازی، نیزہ بازی وغیرہ کے مقابلے ہوتے تھے ان موقعوں پر شاہی مطبخ کی طرف سے دعوتِ عام ہوتی تھی۔ اور رعایا طرح طرح کی نعمتیں کھاتی اور راجا کو دعائیں دیتی تھی۔

اشوک کے دورانِ حکومت میں بھی پہلے چودہ برسوں تک اس طرح کے جشن رہے اور اس نے بھی رعایا کے کام و دہن اور چشم و گوش کو لذت یابی کا موقع دیا مگر جب اِس نے بُدھ مذہب اختیار کیا اور کلنگ کی فتح کے بعد ساری عیش پسندیوں سے تائب ہوکر تارک اللحم ہوگیا تو پہلا سماج تو اس نے قطعی بند کردیا اور دوسری طرح کے سماج کو اُس نے مذہبی رنگ دے دیا۔

گوشت کی تقسیم

اس کتبے سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اشوک کے شاہی مطبخ سے کھانے کی تقسیم صرف سماج ہی کے موقع تک محدُود نہ تھی بلکہ کچّا اور پکّا ہوا گوشت روزانہ تقسیم کیا جاتا تھا۔ غالباً وہ اِس سلسلے میں مہابھارت میں مذکور راجا انتی دیو سے بھی زیادہ مشہور ہونا چاہتا تھا۔ جس کے یہاں روزانہ دو ہزار مویشی اور دو ہزار گائیں محض اس لیے کاٹی جاتی تھیں کہ رعایا کے لیے بادشاہ کی طرف سے مفت گوشت مہیا کیا جاسکے۔[۱] اشوک اپنے مطبخ کے بارے میں لکھتا ہے۔ " قبل ازیں شاہی باورچی خانے میں لاکھوں جانور سالن کے لیے مارے جاتے تھے۔ مگر اس وقت جب یہ مذہبی تحریر لکھی جارہی ہے محض تین جانور کاٹے جاتے ہیں ان میں دو مور اور کبھی کبھی ایک ہرن ہوتا ہے۔ تھوڑے ہی دِنوں میں اِن تینوں جانوروں کا ذبح کرنا بھی ترک کردیا جائے گا۔"

---

[۱] ۔ بھنڈارکر۔ اشوک

ظاہر ہی کہ لاکھوں جانور روزانہ محض بادشاہ کے لیے نہ کاٹے جاتے رہے ہوں گے۔ بلکہ یقینی ان کا گوشت تقسیم کیا جاتا رہا ہوگا۔ اور بادشاہ نے یہ طریقہ رعایا پروری کی غرض سے رائج کیا ہوگا جس میں یقینی نام و نمود کی خواہش پنہاں رہی ہوگی۔ خود اشوک کو ہرن اور مور کا گوشت زیادہ پسند معلوم ہوتا ہی اس لیے کہ اہنسا پر عامل ہونے کے بعد بھی ہرن اور مور[۱] کا گوشت نہ ترک کر سکا۔

غرض کتبوں میں مذکور متروکات و ممنوعات کے ذریعے سے ہمیں اشوک کے متعلق یہ معلوم ہوتا ہی کہ تخت نشینی کے چودھویں سال تک وہ اپنے اسلاف کی طرح عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا، نازنینانِ پری چہرہ کے جُھرمٹ میں شکار کھیلتا۔ حرم سرا کی لذتوں سے لطف اُٹھاتا، لذیذ غذائیں کھاتا، لاکھوں جانوروں کا گوشت تقسیم کرتا، خود مور اور ہرن کا گوشت بہت پسند کرتا، جشن، میلے ٹھیلے برپا کرتا، اور سیر و تفریح میں دل چسپی لیتا تھا۔ لیکن ان دل چسپیوں میں ایک گونہ کمی اُس وقت سے ہونے لگی جب سے اُس نے ایک مذہب کو قبول کیا۔ یہ واقعہ کلنگ کی فتح سے جو تاج پوشی کے آٹھویں سال میں ہوئی دو سال پہلے ظہور میں آیا۔

کلنگ کی جنگ یہ کلنگ (اڑیسہ) کا راج کتنا بڑا تھا اور اُس کی فوجی طاقت اُس وقت کیا تھی اس کی تفصیلات بلنا مشکل ہیں۔ جہاں تک ان کتبوں سے پتا چلتا ہی جو محققین کی رائے میں اس خاص مُلک کی سرحدوں پر نصب تھے۔ وہ یہ ہی کہ یہ مُلک جلیج

---

[۱] بہ قول بدھ گھوش مور کا گوشت گدھ کے رہنے والوں کی مرغوب ترین غذا تھی حالاں کہ دھرم شاستروں میں یہ چڑیا حرام کی گئی ہی۔

بنگال پر مشرق کا وہ حصہ ہو سکتا ہی جو دریائے ونیارنی اور ننگولیا کے درمیان واقع ہی اور جسے آج اڑیسہ کہتے ہیں۔

چندر گپت موریا کے زمانے میں یہاں کے راجا کی فوجی طاقت ساٹھ ہزار سپاہ اور پانچ سو جنگی ہاتھی بتائی گئی ہی۔ لیکن اشوک کے زمانے میں یہاں کون راجا تھا، جس فوج سے مقابلہ ہوا اس کی کیا تعداد تھی۔ اور کون کون سے مقامات پر یا کس ایک جگہ پر لڑائی ہوئی اس کا ہمیں پتا نہیں۔ لڑائی یقینی سخت اور خوں ریز ہوئی۔ اس لیے کہ اشوک نے جو مقتولین اور مجروحین کی تعداد بتائی ہی وہ کسی چھوٹی یا معمولی جنگ پر دلالت نہیں کرتی۔ وہ کہتا ہی "ڈیڑھ لاکھ قید کیے گئے، ایک لاکھ مقتول ہوئے اور اس کے کئی گنا مرے۔" یہ سب اعداد کلنگ والوں کے ہیں۔ خود شاہی فوج کے کتنے آدمی مرے یا مارے گئے ان کا پتا نہیں۔ ظاہر ہی کہ جب اتنے سے چھوٹے ملک میں اس کثرت سے کشت و خون ہوگا تو کسی گھر کا بے داغ بچ جانا محال ہی۔

اشوک نے اپنے کتبے میں اظہارِ ندامت کرتے ہوئے بالکل صحیح لکھا ہی: "ایک غیر مفتوح ملک کے فتح کرنے میں وہاں کے باشندے قتل کیے جاتے ہیں۔ مرتے ہیں اور قید کیے جاتے ہیں۔ جنگ کی بدولت اِس طرح کے ملک میں ایسے نیک لوگوں (برہمن۔ سرامن[1]) پر بھی تشدد ہوتا ہی وہ قتل کیے جاتے ہیں یا اپنے محبوبوں سے چھڑائے جاتے ہیں اور جو بچ

---

[1] لسانیات سے دل چسپی لینے والوں کے لیے سرامن کا لفظ قابلِ توجہ ہی۔ اس لیے کہ عجب نہیں کہ یہی لفظ امتدادِ زمانہ اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے عوام کا وہ لفظ سرہمن بن گیا ہو جو برہمن کے تابع مہمل کی طرح حقارت کے موقع پر استعمال ہوتا ہی۔

جاتے ہیں اُن پر بھی ایک طرح کا تشدد ہوتا ہے، کیوں کہ وہ ان لوگوں کے
(جن پر تشدد ہوا ہے) ساتھیوں، دوستوں، ملاقاتیوں اور عزیزوں میں سے
ہوتے ہیں اور ان کی محبت و مودت (مظلومین سے) کم نہیں ہو جاتی۔
لہٰذا ان پر تیرہ بختی کا نزول ہوتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ احساس کی یہ شدت جس نے مفتوحہ ممالک کی ابتری کی اتنی سچی تصویر کھینچی ہے۔ اشوک میں فتح کلنگ کے بعد پیدا ہوئی۔ لیکن وہ کیا اسباب تھے جس نے اُسے بدھ ہونے کے بعد بھی فتح کلنگ پر مجبور کیا۔ یا اس طرح کی خوں ریزی کی ترغیب دی، پردۂ خفا میں ہیں۔ بہ ظاہر اس خوں ریزی کا باعث وہی ہوسِ ملک گیری ہوئی جو طاقت ور بادشاہوں اور سلطنتوں کو اپنے سے کم زور بادشاہوں اور سلطنتوں کی فتح پر راغب کرتی رہتی ہے۔ یا یہ امر رہا ہو کہ عظیم الشان سلطنت کی وسعت کے درمیانی حصّے میں ایک چھوٹا غیر مفتوحہ و آزاد ملک کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا ہو۔

بہ ہر حال جو بھی وجوہ رہے ہوں تاج پوشی کے آٹھویں سال میں یہ فتح واقع ہوئی اور اِس خونی سیلاب نے شاہِ روشن ضمیر کے دِل میں ایک طوفان برپا کردیا۔ چناں چہ وہ خود مُقِر ہے کہ "اس فتح کے بعد ہی دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ نے دھرم کی پابندی، دھرم کی محبت، دھرم کی تعلیم اور دھرم کی سرپرستی شرُوع کی۔ دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی راے میں دھرم کی فتح سب سے بڑی فتح ہے۔

فتح کے بعد کی زندگی

اس نے خوں ریزی ہی نہ ترک کی اور جانوروں کو ہلاک کرنا ہی نہ چھوڑا بلکہ دھرم کی ترویج و تبلیغ میں اس جوش و انہماک سے اپنی اور ساری حکومت کی طاقتیں لگا دیں

کہ واقعی فتح کے بگل کی جگہ دھرم کا نقارہ بجنے لگا۔

اس نے مساوات، اخوت اور اہنسا کی کیوں کر تعلیم دی اور اُسے دھرم کے نام سے کیوں کر رائج کیا۔ اس کی تفصیل بعد کے ابواب میں آئے گی۔ ہمیں اس مقام پر صرف اتنا جان لینا چاہیے کہ اس نے بقیہ عمر اس کارِ خیر میں صرف کی اور آخری دم تک پھر کسی ملک کے فتح کرنے کا نام نہ لیا۔

آخرِ عُمر کی تصویر آخر عمر کی جو تصویر ہمیں دیو اودھان سے اس جلیل المرتبہ شہنشاہ کی ملتی ہے وہ حد درجہ عبرت ناک ہے۔ بہ قول اس کتاب کے اشوک کے عمّال اس کی نیکیوں اور خیراتوں سے عاجز آکر باغی ہو گئے تھے اور اس کا یقین کر کے کہ شہنشاہ اپنی اہنسا کی وجہ سے کسی طرح کی خوں ریزی نہ کرے گا بے لگام ہو گئے تھے۔ وزرا اور صوبے دار خود مختار ہو بیٹھے تھے اور سمپارتی (کونل کا بیٹا) جسے اشوک نے ولی عہد مقرّر کیا تھا، اس قدر خود سر ہو گیا تھا کہ اس نے تمام وہ وظائف بند کر دیے جو اشوک نے مختلف بدھ خانقاہوں اور اُجیوک برہمنوں کے لیے مقرّر کر رکھے تھے۔ بوڑھے دادا کی تحقیر و تذلیل کی کوئی بات اِس نااہل نے نہ اُٹھا رکھی۔[1] یہاں تک کہ شاہی غذا میں حد درجہ کمی کر دی اور ایک دن املکھ کا صرف آدھا حصّہ اس کے کھانے کو بھیجا اشوک نے یہ ٹکڑا دیکھ کر ایک آہِ سرد بھری اور مصاحبین سے کہا "دیکھو میں پوری مملکت کا شہنشاہ ہونے کی جگہ اب صرف آدھے پھل کا مالک ہوں۔"

اس شہنشاہ نے ۳۸ سال حکومت کرنے کے بعد ۲۳۲ء ق۔م میں انتقال کیا۔

---

[1] ہیوان سانگ کے بیانات سے بھی اِس کی تصدیق ہوتی ہے۔

اِس زمانے کے چند اہم سنہ

ق م	واقعات
۳۰۴	ولادتِ اشوک
۲۹۸	چندرگپت کی وفات - بندوسار کی تاج پوشی۔
۲۸۴	مہندر کی ولادت
۲۸۲	سنگھومترا کی ولادت
۲۷۴	بندوسار کی وفات - سومن اور اشوک سے جنگ۔
۲۷۲	ایفرس کے بادشاہ سکندر کی تخت نشینی۔
۲۷۰	اشوک کی تاج پوشی
۲۶۴	مہندر اور سنگھومترا کا تارک الدنیا ہوکر رہبانیت اختیار کرنا۔
۲۶۳ - ۲۶۲	کلنگ کی جنگ
۲۶۱	شام کے بادشاہ اینٹیوکس تھیس کی تخت نشینی
۲۶۰	بودھی درخت کی زیارت اور مذہبی دوروں کی ابتدا۔
۲۵۹	شکار موقوف کیا گیا اور شاہی محل میں جانوروں کا ذبح کرنا ترک کیا گیا۔
۲۵۸	منی دیتی کی زیارت (ماگا شاہِ قرینیہ اور سکندر شاہِ ایفرس نے اسی سال وفات کی)

ق، م	واقعات
۲۵۷ - ۲۵۶	چودہ سنگی کتبے کلنگ کے کتبے دھرم مہاماتروں کی تقرری۔
۲۵۶	کنکان بدھ کے استوپ میں۔
۲۵۲	تیسری بدھ کانسل
۲۵۱	ﭨِﺴا شاہ لنکا کی تخت نشینی
۲۵۱ - ۲۵۰	مہندر لنکا تبلیغ بدھ مت کے لیے گیا، اشوک نے لنگوا کی زیارت کی۔
۲۴۷	اینٹیوکس تھیس شاہِ شام اور فلیڈلفوس شاہِ مصر کا انتقال
۲۴۴	لاٹھوں کے فرامین کا اعلان
۲۳۹	اینٹی بونس شاہِ مقدونیہ کا انتقال
۲۳۹ - ۲۳۲	چھوٹے سنگی کتبے۔
۲۳۲	اشوک کی وفات۔ دسرتھ ایک پوتا، پوربی ممالک کا اور سمپارتی دوسرا پوتا، مغربی حصصِ سلطنت کا بادشاہ بنا اور انتزاعِ سلطنت شروع ہوگیا۔

دوسرا باب

سلطنت و حکومت

حدودِ سلطنت چندرگپت موریا کے بارے میں عام طور سے تاریخوں میں پایا جاتا ہے کہ اس نے شمالی ہندستان کو فتح کیا اور سلیوکس شاہِ بابل سے صلح کرکے اپنی سلطنت مغرب میں کابل، ہرات اور قندھار تک بڑھالی۔ لیکن دکن کب اور کس طرح فتح ہوا۔ اس کے متعلق ہمیں کوئی اطلاع نہیں۔ صرف دو باتوں سے اس امر کا شبہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ حصہ بھی چندرگپت ہی اپنے زیرِ نگیں لایا۔ پہلا ثبوت یہ ہے کہ پلوٹارک نے لکھا ہے۔ سکندر کی واپسی کے کچھ دنوں بعد چندرگپت نے سلیوکس کو پانچ سو ہاتھی دیے اور چھ لاکھ فوج لے کر سارے ہندستان کو فتح کرلیا۔ ظاہر ہے کہ چندرگپت اور سلیوکس سے مقابلہ اسی وقت ہوا تھا۔ جب وہ شمالی ہندستان کو فتح کرچکا تھا۔ اس لیے اس مقابلے کے بعد جو حصص ہند فتح کیے گئے وہ دکن کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتے۔

دوسری بات جس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ چندرگپت ہی نے دکن فتح کیا یہ ہے کہ چندرگپت موریا کے بارے میں جینی روایات میں متواتر طور پر بیان کیا گیا۔ کہ وہ آخر عمر میں حکومت اور سلطنت سے دست بردار ہوکر ایک جینی راہب کی زندگی بسر

کرنے میسور کے دکن میں "سراون بل گولا" مقام پر چلا گیا تھا۔

ہم اگر اس روایت کو صحیح مانیں تو پھر ہم کو یہ ماننا پڑے گا کہ چندر گپت کی سلطنت میسور تک یقینی پھیلی ہوئی تھی اور اشوک نے اپنے دادا سے ایک ایسی وسیع سلطنت وراثت میں پائی جو ہرات سے حدودِ آسام تک اور کشمیر نیپال سے میسور و مدراس تک چلی گئی تھی۔ اس سلطنت میں اشوک نے اپنے راج میں صرف کلنگ (اُڑیسہ) کا اضافہ کیا اور یوں خلیج بنگال کے سارے بندرگاہ اپنے قبضے میں کر لیے۔

اشوک کی سلطنت کی حدود مقرر کرنے میں ہمیں اس کے کتبوں سے بھی دو طرح مدد ملتی ہے۔ ایک اُن کے مستقر یا جائے نصب ہے دوسرے اِن کے بیانات سے۔ مؤرخین کی رائے ہے کہ یہ کتبے یا تو صوبے کی راج دھانیوں میں لگائے گئے تھے یا سرحدوں پر۔ چناں چہ حدودِ سلطنت کے معین کرنے کے لیے اِن تمام کتبوں کے مستقر کو دیکھنا ہوگا۔ وہ مقامات جہاں کتبے ملے حسب ذیل ہیں:۔

(۱) پشاور کے قریب شہباز گڑھی میں (۲) پشاور ہی کے قریب مان سہرا میں (۳) دہرادون کے قریب جمنا، گنگا کے سنگم پر مقام کالسی میں (۴) صوبہ مبئی کے تھانا ضلع میں مقام سوپارا پر (۵) گرنار میں جونا گڑھ (کاٹھیاوار) کے قریب (۶) ضلع بسوری میں بھونیشور کے قریب دھولی میں (۷) ضلع گنجم میں مقام جوگڈھ پر (۸) میسور میں چتلی ڈرگ کے مقام پر (۹) جبل پور (سی پی) سے قریب مقام روپ ناتھ پر (۱۰) بہار میں سہسرام کے قصبے میں (۱۱) جے پور (راجپوتانہ) کے قریب مقام

بیرت میں، اور (۱۲) بھبرو میں (۱۳) مملکتِ حضورِ نظام میں ماسکی کے مقام پر۔

لاٹھیں حسب ذیل جگہوں پر ملیں :۔

(۱) انبالہ کے قریب توپرا میں (۲) میرٹھ میں (۳) کوسمبی ضلع الٰہ آباد[1] میں (۴) رادھیا ضلع چمپارن (بہار) میں (۵) مٹھیا ضلع چمپارن میں (۶) رام پوروا ضلع چمپارن میں (۷) بھوپال کے قریب سانچی میں (۸) بنارس کے قریب سارناتھ میں (۹) رمنی دئی (نیپال) میں (۱۰) نل گیوا (نیپال) میں۔

پروفیسر بھنڈارکر کی یہ رائے ہے کہ چھوٹے کتبے سرحدوں پر نصب ہیں اور بڑے کتبے صوبے کی راج دھانیوں میں۔ ان کے اس خیال کی تصدیق بہت حد تک سنگی کتبہ نمبر ۵ و ۱۳ سے ہوتی ہے ان میں اشوک نے اُن بادشاہوں اور خاندانوں کے نام بتا دیے ہیں جن کی سلطنتوں کی سرحدیں اس کی سلطنت کی سرحد سے ملتی تھی۔ یا جو آزاد اور خود مختار تھے اور اس کے ہم عصر بھی تھے۔

اب اگر ہم شمال مغرب سے شروع کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سلطنت کی حد ہرات تک تھی۔ جہاں وہ شام و ایران کے بادشاہ اینتوقوس کی سلطنت سے جاکر مل جاتی تھی۔ اور اس طرح اس کے زیرِ نگیں گندھاری، کمبوجی اور یونانی نسل کے لوگ تھے، یعنی وہ تمام قبائل جو اُس وقت افغانستان اور ترکستانِ موجودہ میں رہتے تھے۔

دکن میں اشوک نے اپنی سلطنت کی حدیں چار چھوٹی ریاستوں کے نام

---

[1] پہلی تینوں لاٹھوں کو فیروز تغلق نے دہلی و الٰہ آباد منتقل کیا۔

لے کر بتادی ہیں۔ یہ چار سلطنتیں چولا، پانڈیا، ستیا پُتر اور کرال پُتر کہلاتی تھیں۔ محققین نے بڑی کوشش سے یہ معلوم کرلیا ہو کہ یہ چاروں سلطنتیں اس طرح واقع تھیں۔ کہ اگر ایک خط مدراس کے قریب پولی کٹ سے پُورب اور اُتر کی جانب چتل درگ تک کھینچا جائے اور پھر وہاں سے مغرب کی جانب دکنی کناڑا تک اُسے بڑھایا جائے تو اشوک کی سلطنت کی دکنی حدوُد بن جائیں گی۔ اشوک کی سلطنت کی مشرقی حدوں کا کتبوں سے کوئی پتا نہیں چلتا۔ لیکن ہوان سانگ کا بیان ہو کہ اس نے اپنے سفر میں اشوک کے بنوائے ہوئے استوپ تمرالپتی، سام تت، پن وردھن اور کرن سیوان میں دیکھے۔ یعنی شمالی بنگال، بردوان بیر بھوم اور مرشد آباد کے اضلاع میں۔ اس لیے یہ قیاس بے جا نہ ہوگا کہ اشوک کی سلطنت کا مشرقی حصّہ موجودہ آسام کی سرحد تک پہنچتا تھا۔

نظامِ حکومت
(الف) صوُبہ کے حاکم

اس وسیع سلطنت کا نظام ابتدا میں تو بالکل وہی تھا، جو چندرگپت موریا کے زمانے میں کوٹلیا نے رائج کیا تھا اور جسے اُس نے بہ حیثیت مثال کے اپنی ارتھ شاستر میں پیش کیا۔ لیکن جیسے جیسے اشوک کی مذہبیت ترقّی پکڑتی گئی ویسے ویسے وہ اسس نظام کو بھی مذہبی رنگ میں رنگتا گیا۔ یہاں تک کہ عمالِ ضلع، حاکم سے زیادہ مبلّغ کے فرائض انجام دینے لگے۔ اور ہر جگہ دھرم کا نقّارہ بجنے لگا۔ پھر بھی کتبوں سے جس نظام کا پتا چلتا ہو اس کا خاکہ یہ ہو کہ سلطنت مختلف صوُبوں میں تقسیم تھی۔ ان میں سے جو چار بڑے صوُبے تھے اِن کے صوبے دار کمار یا

آریہ پُتر (اشوک کے بیٹے) تھے ان چار اہم صوبوں کے نام بھی ملتے ہیں۔

ایک تو صوبہ سرحد یا گندھاریوں کا صوبہ تھا، جس کی راج دھانی ٹکشلا تھی۔ یہاں ایک کمار رہتا تھا۔ بندوسار کے زمانے میں سومن اور اشوک یہیں کے صوبے دار رہ چکے تھے۔ خود اشوک کے زمانے میں غالباً جلوک یہیں کا صوبے دار تھا، جو باپ کے مرنے کے بعد خود مختار ہوکر کشمیر میں راج کرنے لگا۔ دوسرا صوبہ جہاں ایک کمار رہتا تھا سورنگری تھا۔ پروفیسر آئنگر کا خیال ہو کہ یہ مقام وہی ہو جسے اس وقت کانک گری کہتے ہیں اور جو حضورِ نظام کی مملکت کے ضلع رائچور میں واقع ہو۔ تیسرا کمار نئے مفتوح راج کلنگ کا صوبے دار تھا۔ اِس کا پایۂ تخت توسالی تھا جسے اس وقت دھولی کہتے ہیں۔

چوتھا صوبہ اپرانت تھا، جس کا دارالسلطنت اُجین تھا۔ یہاں بھی چندرگپت کے زمانے سے کمار ہی حکومت کرتا تھا۔ گویہ صوبہ نہ تو سرحد پر تھا اور نہ نیا تھا لیکن اس کی اہمیت غالباً اس لیے تھی کہ یہاں کے بندرگاہ مصر و عرب سے تجارت کے مرکز تھے۔ اور خود اشوک بھی یہاں کی صوبے داری کرچکا تھا۔

ان کماروں کے علاوہ موریا خاندان کے دوسرے شہزادے بھی مختلف حصوں میں صوبے داری کرتے تھے۔ لیکن ان کے ناموں کا کوئی پتا نہیں چلتا۔ اسی کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہو کہ صوبے داری خاندان والوں ہی کے لیے مخصوص نہ تھی بلکہ ایسے غیر بھی، جو اہل تھے، اس عہدے پر فائض ہو سکتے تھے۔ چناں چہ جوناگڑھ میں رودرامن کا جو کتبہ ملا ہو اس میں صاف صاف لکھا ہو کہ سوراشٹر (موجودہ

کاٹھیاواڑ) کا صوبے دار، چندرگپت موریا کے زمانے میں ایک ویش تھا جس کا نام تشپیاگپت تھا اور اشوک کے زمانے میں ایک یونانی تشئیپ تھا۔

ان صوبے داروں کو تقرر ملازمین کے بارے میں بہت وسیع اختیارات دے دیے گئے تھے۔ جس طرح بادشاہ اِن کو مقرر کرتا تھا، اسی طرح اپنے ماتحتوں کے تقرر کا اختیار انھیں تھا۔ ان کی ترقی تنزّلی معطلی و برخاستگی میں بادشاہ کبھی دخیل نہ ہوتا تھا۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں تھے کہ صوبے دار اپنے صوبے کا خود مختار حاکم تھا۔ اس کو مشورہ دینے اور بے راہ روی سے بچانے کے لیے بادشاہ کی جانب سے کچھ افسر مقرر تھے جنھیں مہاماتر کہتے تھے۔ ان مہاماتروں کی نگرانی میں صوبے کے مختلف محکمے ہوتے تھے اور صوبے دار کے لیے ضروری تھا کہ وہ ان کی رائے اور مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ گویا اس طرح کمار اور مہاماتر مل کر صوبے دار اور کانسل بن جاتے تھے۔

اضلاع کے حاکم

سنگی کتبوں میں صوبے داروں کے علاوہ مختلف عمّال و حکّام کے لیے دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ایک تو مہاماتر جس کے اصلی معنی افسرِ اعلیٰ ہیں اور دوسرے پُورش یعنی معمولی حکّام۔ ان دونوں لفظوں میں تمام وہ حکّام و عمّال شامل کر لیے گئے ہیں جو سلطنتِ موریا میں مرکزی حکومت یا صوبے کی حکومت کی طرف سے کسی جگہ پر مامور کیے گئے تھے۔ لیکن ان کے علاوہ کچھ خاص خاص لفظ بھی ملتے ہیں جن کے فرائض کی

تحقیق نے مورخین میں خاصا اختلاف پیدا کر دیا ہے۔ مثلاً سنگی کتبہ نمبر ۳ میں اشوک نے تین طرح کے حکام کا نام بتایا ہے۔ پریدیسیک، راجیوک اور یکت۔ بعض مورخین پریدیسیک کو صوبے دار کہتے ہیں، بعض ضلع کا حاکم اور بعض کمشنر۔ لیکن ارتھ شاستر اور دوسرے اسناد کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یُکیت اور اس کے ماتحت اُپ یُکت اضلاع کے حکام تھے جن کا کام مال گزاری وصول کرنا اور ضلع کا عام انتظام کرنا تھا۔ گویا موجودہ زمانے کے وہ کلکٹر اور اسسٹنٹ کلکٹر تھے۔ پریدیسیک کوتوال شہر کے فرائض ادا کرتے تھے یعنی وہ آج کل کے سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے۔ اور راجیوک کو حاکم بندوبست اور جج کے فرائض تفویض تھے[1]۔ کلنگ کے کتبہ نمبر ۱ میں ایک اور حاکم کا ذکر ہے جسے نگر دھیوارک کہتے تھے۔ ارتھ شاستر میں تلاش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بھی فرائض جج ہی کے تھے لیکن چوں کہ اس کی تنخواہ پریدیسیک سے کہیں زیادہ تھی اس لیے یہ قیاس کرنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کے پاس تمام حکام کے فیصلوں کی اپیل کی جاتی تھی اور وہ ہائی کورٹ جج یا قاضی القضات کے فرائض ادا کرتا تھا۔

کتبہ نمبر ۱۲ میں تین طرح کے مہاماتروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ دھرم مہاماتر، اتی جھک مہاماتر اور وچا بھومِک مہاماتر اور کتبہ نمبر ۱ میں انت مہاماتر بھی مذکور ہیں۔ جہاں تک دھرم مہاماتروں کا تعلق ہے ان کا ذکر بعد میں ذرا تفصیل سے آئے گا۔ بقیہ تین مہاماتروں کے فرائض

---

[1] پروفیسر مکرجی کی رائے یہ ہے کہ پریدیسیک وہ فرائض ادا کرتے تھے جو آج کل کمشنر ادا کرتے ہیں اور راجوک صوبوں کے گورنر تھے اور یہی رائے زیادہ صحیح بھی معلوم ہوتی ہے۔

حسبِ ذیل تھے :-

اتی جھک مہاماتر داروغۂ محل سرا کے فرائض ادا کرتا تھا۔ لیکن اس کے فرائض صرف شاہی محلات کی نگرانی و حفاظت تک ہی محدود نہ تھے بلکہ وہ ضلع، صوبہ اور مملکت کی ہر عورت کے اخلاق کا نگراں تصوّر کیا جاتا تھا۔ اور مصیبت و اندوہ میں اس جنس کی داد رسی اسی مہاماتر پر لازم تھی۔

وچا بھومِک کے ذمّے شاہی مویشیوں کی نگہداشت کے علاوہ رعایا کے مویشیوں کی دیکھ بھال بھی سپرد تھی۔ وہ جانوروں کے علاج کا، اُن میں اچھی نسلوں کی زیادتی کا، جگہ جگہ پر ڈیریاں قائم کرنے کا اور ان کے ذریعے شاہی آمدنی بڑھانے کا ذمّے دار تھا۔

انت مہاماتر سرحدی صوبوں میں اسی لیے مقرر کیے جاتے تھے کہ وہ غیر سلطنتوں سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنے میں مدد دیں اور ان کی مملکت میں دھرم پھیلانے کی تدبیریں عمل میں لائیں۔

مجلسِ وزرا

ان مہاماتروں کو احکام نافذ کرنے اور ان کے کاموں کی نگرانی کرنے کے لیے ایک مجلسِ وزرا تھی، جسے پریشاد کہتے تھے۔ اس پریشاد کے فرائض ارتھ شاستر میں یہ بتائے گئے ہیں کہ وہ سلطنت کے سود و بہبود کے لیے ہمیشہ نئی نئی اسکیمیں سوچتی رہے، احکامِ شاہی کی سختی سے پابندی کرائے، حکامِ ماتحت کو ہدایتیں دے اور بادشاہ کے طلب کرنے پر اُسے معقول و مناسب رائے دے۔

خود اشوک نے اس مجلس کا دو موقعوں پر اپنے کتبوں میں ذکر کیا ہے۔ ایک تو سنگی کتبہ نمبر ۳ میں اور دوسرے سنگی کتبہ نمبر ۶ میں۔ کتبہ نمبر ۳ میں اس نے دھرم کے مختلف اصول بیان کرتے ہوئے کہا ہے

کہ کفایت سے خرچ کرنا اور زیادہ مال نہ جمع کرنا قابلِ ستایش ہے۔

چوں کہ یہ طے کرنا بہت ہی مُشکل ہے کہ انسانی ضرورتیں کہاں تک کم کی جاسکتی ہیں اور اندوختہ کرنے میں بھی مقدار، مرتبوں اور خاندانوں کے لحاظ سے مختلف ہوگی، اس لیے ایک طرح کی یک سانی پیدا کرنے کی غرض سے اسی کتبے میں وہ کہتا ہے "پریشاد (مجلسِ وزرا) یُکتوں کو اس بارے میں (جمع خرچ) ایسے احکام دے گی جو میرے منشا اور اس کے وجوہ کو واضح کردیں گے۔"

پریشاد کا اشوک نے اس طرح پہلی دفعہ اپنے کتبوں میں ذِکر کیا ہے اور اس کے اوپر ایک نیا فرض عائد کیا ہے یعنی ان مقداروں کا تعین جو رعایا کو خرچ کرنا اور بچانا چاہیے۔ سنگی کتبہ نمبر۶ میں اپنے اوپر کچھ نئے فرائض عائد کرنے کے سلسلے میں پھر مجلس کا ذِکر کیا ہے جس سے اس کے فرائض کی ایک حد تک وضاحت ہوجاتی ہے، وہ کہتا ہے کہ مَیں نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ اگر پریشاد (مجلسِ وزرا) میں میرے کسی زبانی حکم کے متعلق، جو جاری کرنے اور اعلان کرنے کے لیے دیا گیا ہے، یا مہاماتروں کے کسی فوری فریضے کے بارے میں، اختلاف رائے ہو یا اُسے مجلس نامنظور کرتی ہو، تو موقع و محل، وقت ناوقت کا خیال نہ کیا جائے اور مجھے فوراً اِس اختلاف یا منظوری کی اطلاع دی جائے"۔ اس کتبے سے صاف ظاہر ہے کہ (الف) جب بادشاہ کوئی زبانی حکم دیتا تھا تو مجلسِ وزرا اس پر غور کرتی تھی۔ اور اُسے اِس سے اختلاف کرنے اور اُسے نامنظور کردینے کا پورا حق حاصل تھا (ب) مجلسِ وزرا کو یہ بھی حق تھا کہ مہاماتروں کو کسی فوری فرضِ(؟)

کے لیے اپنی طرف سے احکام اور ہدایتیں نافذ کردے (ج) ایسے اوقات میں جب کہ مجلسِ وزرا میں اتفاق کی جگہ اختلافِ رائے ہو تو مختلف فیہ مسئلہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا جاتا تھا جس کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوتا تھا۔

دیگر عمّال انتظامِ مملکت کی درستگی کے لیے بادشاہ نے ایسے افسر بھی مقرر کر رکھے تھے جن کا کام دورہ کرکے معائنہ کرنا تھا، انھیں دُیُست کہتے تھے۔ ان افسروں کا فرض تھا کہ وہ اپنے حلقوں میں دورہ کرکے یہ دیکھیں کہ شاہی احکام کی پابندی کی جارہی ہے اور دھرم کے خلاف کوئی کام نہیں کیا جارہا ہے۔ اس طرح کے دورے دھرم مہاماتروں پر بھی فرض تھے اور حکّامِ ضلع پر بھی۔ ان سب دورہ کرنے والے حکّام کے لیے لازم تھا کہ وہ صوم (اُپست) کے دنوں میں نیز شاہی سال گرہ کے موقع پر اپنے اپنے مرکز (ہیڈکواٹر) پر واپس آجائیں اور دھرم کے بارے میں احکامِ شاہی کو وظیفے کی طرح بار بار پڑھیں اور ان پر غور کریں۔

اِس سلسلے میں عمّال کے اس گروہ کا ذکر بے جا نہ ہوگا جسے اشوک کے چھٹے کتبے میں پرتی ویدک کہا گیا ہے اور جس کے معنی پروفیسر مکرجی نے پرائیویٹ سکریٹری بتائے ہیں، مگر جس پر مُخبر کی اصطلاح زیادہ صادق آتی ہے۔ یہ امر مسلّم ہے کہ موریا سلطنت میں جاسوسوں کا ایک جال بچھا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ چندرگپت کے زمانے میں چانکیہ کوٹلیا نے رنڈیوں تک کو اس سلسلے میں منسلک کرلیا تھا۔ اشوک کے زمانے میں بھی ڈھانچہ وہی تھا، اس لیے ان کی تعداد میں کوئی خاص کمی نہیں

ہوئی ہوگی۔ ایسی حالت میں بادشاہ کو رتّی رتّی کی خبر پہنچاتے رہے ہوں گے۔ مگر اِس خبر رسانی کے لیے بادشاہ کے حضور میں رسائی بھی ضروری تھی۔ اسی لیے بادشاہ کہتا ہے "میں نے یہ کہا ہے کہ ہر جگہ اور ہر وقت، چاہے میں کھانا کھا رہا ہوں، محل سرا میں یا خلوت خانے میں ہوں، یا اصطبل میں ہوں، یا گھوڑے پر سوار ہوں، یا تفریح گاہ میں ہوں، مخبر میرے حضور میں پرچے گزار سکتے ہیں۔"

اشوک کی پالیسی

اشوک بہ حیثیت بادشاہ کے ان صفات کی زندہ تصویر ہے جو کوٹلیا نے راجا کے لیے بتائی ہیں۔ کوٹلیا بہت وضاحت سے رقم طراز ہے:-

"اگر کوئی راجا محنتی ہوگا تو اس کی رعایا بھی محنتی ہوگی۔ جب بادشاہ دربار میں ہو تو اُسے چاہیے کہ وہ فریادیوں اور عرض معروض کرنے والوں کو دروازوں کے باہر انتظار نہ کرائے۔ اُسے داناؤں، منافقوں وید کے عالم برہمنوں، دنیاوی بکھیڑوں، متبرک جگہوں، ناتوانوں، ضعیفوں، مصیبت زدوں، بے کسوں اور عورتوں کے معاملات کو بہ نفسِ نفیس طے کرنا چاہیے۔ اشد ضروری فریادیں فوراً سُننا چاہییں ان کو ٹالنا نہ چاہیے ورنہ بعد میں ان کا مداوا بہت مشکل بلکہ غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ رعایا کی خوشی میں بادشاہ کی خوشی مضمر ہے۔"

جیسا کہ اس کے کتبوں سے ظاہر ہوتا ہے، اشوک ہر وقت اپنی اِس ذمّے داری کو محسوس کرتا تھا اور رعایا کو اسی شفقت کی نظر سے دیکھتا تھا جیسے اپنے بچّوں کو۔ اُتنا ہی نہیں بلکہ وہ ساری مخلوقاتِ عالَم کو اپنا بچّہ سمجھتا تھا۔ وہ کلنگ والے کتبے میں لکھتا ہے:

"تمام انسان میرے بچّے ہیں اور جس طرح میں اپنے بچّوں کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ اُنھیں دُنیا و آخرت دونوں کی خوشی و راحت نصیب ہو اسی طرح میں تمام انسانوں کے لیے (دنیا و عُقبا کی خوشی) چاہتا ہوں۔"

گو بادشاہ کو باپ اور رعایا کو اولاد سمجھنے والا خیال آج کل کے جمہوری دوَر میں کچھ مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی اشوک کے اِس کتبے سے اس خلوص کا پتا چلتا ہے، جو اس کو اپنی رعایا سے تھا۔ یہی توجہ ہے کہ وہ لوگوں کے دِلوں سے یہ خیال مِٹا دینے کے لیے کہ بادشاہ اگر ان سے خفا ہوگا تو سخت سزائیں دے گا، یا اُن سے بدلہ لے گا، تیرھویں کتبے میں صاف صاف لکھتا ہے "اگر کوئی شخص دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی ذات کو بھی دُکھ پہنچائے گا تو بادشاہ اُسے حتی الامکان برداشت کرے گا" گو اُس نے مروجہ قوانین میں بہت ہی کم ترمیم کی لیکن وہ اس امر کا بہت سخت خیال رکھتا تھا کہ کسی بے جُرم کو کسی طرح کی سزا نہ ہونے پائے۔

چناں چہ دھولی اور جونا گڑھ کے کتبوں میں وہ کلنگ میں مقرر کردہ حکام کو سختی سے ڈانٹتا ہے کہ "توسالی اور سمانا کی رعایا کے ساتھ سختیاں برتی گئیں، وہ بے جُرم قید کیے گئے اور انھیں بے سبب پریشان کیا گیا" وہ حکم دیتا ہے کہ حکّامِ ضلع کو ایمان داری اور انصاف سے کام لینا چاہیے اور رعایا کی فلاح و بہبود کے لیے استقلال اور استقامت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اور یہاں تک صاف گوئی پر اُتر آتا ہے کہ اگر عمّال و حکّام اپنے فرائض انہماک اور شغف سے

انجام دیں گے۔" تو نہ تو وہ بادشاہ کا حقِ نمک ادا کریں گے اور نہ جنّت کے مستحق ٹھہریں گے۔"

ان نصیحتوں سے بھی اس کی تسکین نہیں ہوتی بلکہ اُس نے یہ دھمکی بھی دی ہی کہ آیندہ سے ہر پانچویں سال ایک مہاماتر مخصوص اِس غرض سے بھیجا جایا کرے گا کہ وہ اُن حکام کے کاموں کا معاینہ کرے اور یہ دیکھے کہ اُن لوگوں نے رعایا کے معاملے میں شاہی احکام کی کہاں تک تعمیل کی ہی۔

اس کلنگ کے واقعے سے سبق لے کر بادشاہ نے ٹیکشلا اور اور اُجین کے کمار شہزادوں کو ہدایت کی کہ وہ اپنے اپنے صوبوں میں بھی مہاماتروں کو دوروں پر بھیجیں تاکہ رعایا کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے۔

دھرم مہاماتروں کا تقرر

ان کتبوں میں جن مہاماتروں کا ذکر ہی، وہ دھرم مہاماتر ہیں۔ یہ وہ افسر تھے جنھیں موریا حکمرانوں میں اشوک نے پہلے پہل مقرر کیا تھا۔ اور اُسے ان افسروں کے تقرر پر بجا طور پر ناز بھی تھا۔ سنگی کتبہ نمبر ۵ میں وہ اِس جماعت کے مذہبی اور سیاسی فرائض بالتفصیل یوں بیان کرتا ہی:-

"قبل ازیں عرصۂ دراز تک مہاماتر نہیں تھے۔ جب میری تاج پوشی کو تیرہ برس ہوگئے تو میں نے دھرم مہاماتر مقرر کیے۔ ان کا کام ہر فرقے اور ملت میں دھرم کا قائم کرنا، اس کی اشاعت کرنا، حق پسندوں کی خبرگیری کرنا، اور ان کی خوشی کا خیال رکھنا ہی۔ یونان، کمبوجا، گندھار، اشتریکا اور مغربی ساحل

کے دُوسرے ممالک میں اِن کا کام ان برہمنوں اور گرہستوں کی خبرگیری کرنا ہے جو کہ چاکری اور مزدوری کرتے ہیں۔ مزید براں انھی کا کام بے چاروں اور ضعیفوں کی خبرگیری کرنا بھی ہے۔ وظائف دینا اور کثیرالاولاد، ضعیف اور مظلوم قیدیوں کی رہائی بھی ان کے ذمے ہے۔ پاٹلی پُتر اور دیگر شہروں میں میری اور میرے بھائیوں اور بہنوں کی محل سرا میں ہر جگہ وہ متعین ہیں اور میری سلطنت کے ہر گوشے میں وہ ایسے حق پسندوں کے درمیان مشغول ہیں جو دھرم کی جانب رُجحان رکھتے ہیں، یا دھرم کے پابند ہیں یا خیرات دینے کے عادی ہیں۔"

غرض بادشاہ عدل و انصاف کے ساتھ ساتھ رحم و کرم پر خاص طور سے زور دیتا تھا۔ رعایا کی مادّی و رُوحانی زندگی میں اس درجہ دلچسپی لیتا تھا کہ اُس نے اس خاص کام کے لیے ایک نیا محکمہ کھولا اور اس کے بااختیار پڑھے لکھے افسر سلطنت کے ہر گوشے میں پہنچا دیے۔ تخت نشینی کے اسی تیرھویں سال میں اُس نے ایک اور اصلاح کی جس کا ذِکر اُس سے پہلے آچکا ہے، یعنی پرچہ نویس مخبروں کو اس کی اجازت دی کہ وہ ہر وقت اور ہر حالت میں بادشاہ کے حضور میں اپنی رپوٹ پیش کرسکیں۔ وہ سچ کہتا ہے "میں ہر جگہ رعایا کی خدمت کرتا ہوں"۔ ان اصلاحات کے بعد ہمیں پھر تیرہ برس تک کسی سیاسی یا انتظامی اصلاح کی کوئی اطلاع نہیں ملتی۔

صوبہ جاتی سوراج

تاج پوشی کے چھبیسویں سال میں اُس نے ایک بہت ہی اہم انتظامی اقدام کیا۔ اُس

سے نے صوبوں کے عدل و انصاف کا ذمے دار راجیوکوں کو بنا دیا۔ اس اصلاح کی وجہ اور ضرورت پر اشوک نے اپنے چوتھے ستونی فرمان میں یوں روشنی ڈالی ہے:

"میں نے راجیوکوں کو لاکھوں آدمیوں کی جان و مال کا حاکم بنایا ہے۔ میں نے ان کو عدالتوں کے انتظام اور مجرموں کی سزا کا اختیارِ کلّی دے دیا ہے تاکہ وہ مطمئن ہوکر اپنا کام کریں۔ لوگوں میں نیکیاں اور خوشیاں پھیلائیں اور ان پر کرم گستری کریں۔ ان کو (راجیوکوں) چاہیے کہ وہ رنج و خوشی کے اسباب پر غور کریں اور متقی لوگوں کی مدد سے دوسروں کو قانونِ پرہیزگاری سکھائیں تاکہ انھیں مسرتِ دنیوی و اُخروی حاصل ہو۔۔۔ جس طرح ایک آدمی اپنا بچّہ ایک تجربے کار اور ماہر دایہ کو سپرد کر کے مطمئن ہو جاتا ہے، اسی طرح میں نے راجیوکوں کو مقرر کر کے ان کے ہاتھ میں صوبہ جاتی رعایا کی بہبودی دے دی ہے۔ میں نے انھیں انصاف کرنے اور سزا دینے میں مختار کر دیا ہے تاکہ وہ خوف و خطر شبہ و اندیشے سے آزاد ہوکر اپنا کام کریں۔"

اِس صوبہ جاتی سوراج نے عجب نہیں کہ مرکز کو کمزور کر دیا ہو اور بعد کو خود مختاری و آزادی حاصل کرنے میں ہر طرح کی سہولت بہم پہنچادی ہو۔ بعد کے واقعات بھی اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ تخت نشینی کے چھبیسویں سال میں انتزاعِ سلطنت کے بیج بوکر اشوک نے حد درجہ سیاسی غلطی کی لیکن اِس کی نیت اس معاملے میں بالکل اسی طرح

بہ خیر تھی جس طرح لارڈ کارنوالس کی استمراری بندوبست کے معاملے میں۔ لارڈ موصوف نے زمیں داروں کو زمین کا مالک بنا کر اور دائمی لگان مقرر کرکے ان میں رعایا کی خدمت کی خواہش پیدا کرنا چاہی۔ اشوک نے راجیوکوں کو پورے اختیارات سپرد کرکے ان میں دھرم کے لیے اپنا سا جوش و انہماک پیدا کرنا چاہا، دونوں اپنے اپنے مشن میں ناکام یاب رہے مگر یہ ناکامی ان کو شہیدوں کے مرتبوں تک پہنچاتی ہے!

قانونِ فوج داری اسی سال بادشاہ نے موریا قانون فوج داری کی سختیاں بھی ایک حد تک کم کرنے کی کوشش کی۔ وہ کہتا ہے "میں نے یہ بھی حکم دے دیا ہے کہ ایسے مجرموں کو جن کو سزائے موت دی گئی ہے، تین دن کی مہلت دی جائے، تاکہ اِس دوران میں اِن کے اعزّا راجیوکوں سے رحم کی درخواست کرکے ان کی سزا موقوف کرالیں، یا وہ روحانی موت سے بچنے کے لیے خیرات کریں اور روزے رکھ رکھ کر عقبا کے لیے تیار ہوں۔ میری خواہش ہے کہ قید کی حالت میں بھی وہ عقبا سُدھارنے کی کوشش کریں"

اسی کے ساتھ بادشاہ نے یہ بھی رعایت کی کہ ہر سال گرہ کے موقع پر قیدیوں کی رہائی کا حکم دے دیا۔ چناں چہ وہ پانچویں لاٹھ کے آخر میں تحریر کرتا ہے:

"میری تاج پوشی کے چھبیسویں سال تک پچیس دفعہ قیدی چھوڑے جا چکے"

پھر بھی یہ امر قابلِ افسوس ہے کہ ایسے نیک دِل بادشاہ نے جس نے دھرم کے پرچار کے لیے تن من دھن سب کچھ لگا دیا اور جس نے

جانوروں کو ستانا اور مارنا تک ممنوع قرار دے دیا، انسانوں کے اعضا کاکاٹنا اور انھیں تختۂ موت پر چڑھانا باقی رکھا۔ کیا اشوک کی مجرم رعایا انسان نہ تھی، اور کیا وہ یہ نہ سوچتی رہی ہوگی کہ کاش وہ حیوانِ ناطق کی جگہ حیوانِ مطلق ہی ہوتی؟

تیسرا باب

مذہب اور دھرم

ذاتی مذہب اشوک کے مذہب کے بارے میں مورخین میں بڑی بحثیں رہی ہیں۔ بعض کہتے تھے وہ جین مذہب کا ماننے والا تھا اور بعض بُدھ مت کا۔ مگر موجودہ تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ جہاں تک اس کے ذاتی اعتقادات کا تعلق ہے، وہ یقینی بُدھ مت کا پیرو تھا۔ وہ چھوٹے سنگی کتبہ نمبر ا میں اپنے بُدھ ہونے کا صاف صاف اقرار کرتا ہے۔ وہ ماسکی اور روپ ناتھ کے کتبوں میں اپنے کو ساکیہ اور بدھ ساکیہ[1] لکھتا ہے۔ پھر بھبھرو والے کتبے میں بُدھ سنگھ کو اس مذہب کے مخصوص اعمال بتاتا ہے۔ انھیں آپس کے جھگڑوں سے روکتا ہے۔ اور بُدھ تثلیث میں اپنے اعتقاد کا اظہار کرتا ہے۔ سانچی، سارناتھ اور کوسمبھی کی لاٹھوں میں وہ اپنے کو بُدھ مذہب کا محافظ کہتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ اہنسا پر زور دیتا ہے اور اپنی یادگاروں میں وہ علامات و نشانات استعمال کرتا ہے، جو بُدھ مذہب کے لیے مخصوص ہیں۔ چناں چہ تیرھویں سنگی کتبے پر سفید ہاتھی بنا ہے اور اکثر لاٹھوں کے سرے پر اس جانور کے علاوہ شیر، گھوڑے اور سانڈ بھی بنے ہوئے ہیں۔ یہ چاروں جانور بُدھ کی زندگی کی چار منزلیں ظاہر کرتے ہیں اور مذہبی روایتیں ان

---

[1] بُدھ۔

کے عجیب و غریب معنی بیان کرتی ہیں سلہ

بُدھ مت کی طرف کب اور کیوں کر راغب ہوا

ان دلائل کی روشنی میں اشوک کے بُدھ ہونے میں کسی شک کی گنجایش نہیں رہ جاتی، البتہ یہ امر قابلِ غور رہ جاتا ہے کہ اُس نے بُدھ مذہب کب قبول کیا اور اُسے کس نے اس مت کی طرف راغب کیا؟ عام خیال تو یہ تھا کہ کلنگ کی لڑائی کی خوں ریزی کے اثر سے اس نے پچھلا مذہب ترک کیا اور بُدھ ہوگیا۔ لیکن تیرھواں سنگی کتبہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ وہ فتحِ کلنگ کے پہلے ہی بُدھ ہوگیا تھا۔ البتہ اس مذہب کے اتباع میں اوّل اوّل اس کے یہاں وہ جوش و خروش نہیں پیدا ہوا تھا، جو اس خوں ریزی کے بعد دِکھائی دیتا ہے۔ اس لیے کہ اس نے بُدھ مت قبول کرنے پر شروع میں نہ تو گوشت کھانا ترک کیا تھا، نہ تفریح و تفنّن کے جلسے کرنا؛ نہ شکار کھیلنا اور نہ فتحِ کلنگ کی سی خوں ریز جنگ کرنا۔ روایتوں میں اشوک کے مذہب کی تبدیلی کے سلسلے میں مختلف قصّے بیان کیے گئے ہیں۔ ایک قصّہ تو یہ ہے کہ اُس کے بڑے بھائی سومن کے لڑکے نگرودھ نے، جب وہ سات سال کا تھا، اشوک کو اس مذہب کی تلقین کی۔ ایک

سلہ ۔ بُدھ روایتیں یہ کہتی ہیں کہ پیدا ہونے کے پہلے مہاتما بُدھ ایک بدھستو تھے۔ شکمِ مادر میں وہ ایک سفید ہاتھی بن کر آئے۔ سانڈ اس کی علامت ہے کہ اُنھوں نے ارواحِ مقدسہ کی صدارت کی۔ گھوڑا علامت ہے ان کے تارک الدُّنیا ہونے کی۔ اور شیر علامت ہے اُن کے شیرانہ جاہ و جلال کی۔ اس کے علاوہ بُدھ کا لقب بھی ساکیہ سنگھ تھا یعنی ساکیہ خاندان کا شیر۔

سات برس کے بچّے کی زبان سے تلقینِ مذہب ہونا عجیب سی بات ضرور ہی۔ لیکن یہ ہوسکتا ہی کہ اشوک کے دِل میں بڑے بھائی سے جنگ کرنے اور اس کی موت کا باعث بننے کا خیال کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا ہو اور اس بچّے نے اچانک کوئی ایسی بات کہ دی ہو کہ وہ منفعل و شرمندہ شہنشاہ کے دِل میں تیر کی طرح چُبھ گئی ہو اور تاسّف و خجالت نے اِس کو بُدھ مذہب کی طرف راغب کردیا ہو۔

دوسری روایات میں یہ ہی کہ مگولی کا لڑکا تِسا جو اس زمانے کا سب سے بڑا بدھ عالم تھا، اشوک کی تبدیلیٔ مذہب کا باعث بنا۔ اسی تِسا کی صدارت میں بُدھ سنگھ کی وہ تیسری کانسل ہوئی جو نو مہینے تک منعقد رہی، اور جس نے اس مذہب کی مقدس ترین کتابیں تری پٹک تیار کرائیں۔ روایتوں میں یہ بھی ہی کہ تِسا کی رہنمائی میں اشوک نے بدھ مذہب کے مختلف مقدس مقامات کی زیارت کی اور اس کے مرنے پر اشوک کا لڑکا مہندر سنگھ کا صدر بنا۔ یہ بھی ممکن ہی کہ بُدھ مذہب کی طرف رجحان دیوی سے شادی کرنے کے بعد ہی پیدا ہوگیا ہو۔ اس لیے کہ دیوی ساکیہ خاندان سے تھی اور بڑی جوشیلی بُدھ تھی۔ اس نے اپنے لڑکے مہندر اور لڑکی سنگھومترا کو اس طرح کی تعلیم دی اور ان کی تربیت اِس ڈھنگ سے کی کہ دونوں جوان ہوتے ہی محلوں کی زندگی ترک کرکے راہب و راہبہ ہوگئے۔ یہ بھی قرینِ قیاس ہی کہ اِس نیک بیوی کے اثر نے اشوک کو بُدھ مذہب کی طرف اس طرح مائل کررکھا ہو کہ زرا سی بات مثلاً نگرودھ کا کوئی فقرہ یا تِسا کا کوئی وعظ اُسے بُدھ بنانے میں کامیاب

ہوگیا ہو۔ بہ ہر نوع جس طرح یہ یقینی ہے کہ اشوک کلنگ کی جنگ سے پہلے ہی بُدھ ہو چکا تھا اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ کلنگ کی خوں ریزی نے اِس کو اور راسخ العقیدہ بنا دیا۔ چناں چہ اِس نے باقاعدہ بُدھ مذہب کی تعلیم حاصل کی۔ بلکہ کچھ دنوں کے لیے سنگھ میں بھی داخل ہو گیا۔

وہ برہما گیری کے چھوٹے کتبے میں کہتا ہے "دو ڈھائی سال سے زیادہ عرصے تک جب کہ میں ایک اُپاسک (مبتدی بُدھ راہب) رہا ہوں، میں نے مذہبی معاملات میں کسی جوش و خروش سے کام نہیں لیا، پھر بھی اب جب کہ میں ایک سال سے سنگھ میں ہوں، میں نے پورے جوش و خروش سے کام کیا ہے۔" مورخین میں اس مقام پر آپس میں بڑی بحثیں ہیں کہ آیا اُس نے سنگھ میں قیام کے زمانے میں باقاعدہ طور پر اس میں شامل ہو کر دُنیا ترک کی اور راہب بنا یا نہیں؟ لیکن پروفیسر بھنڈارکر نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اشوک نے راہبانہ زندگی اختیار نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ صرف ایک بھکشو گتِھک یا امیدوار راہب بنا تھا اور چوں کہ امیدوار راہب سنگھوں کی خانقاہوں میں رہنے کے بعد بھی امورِ دُنیا میں دل چسپی لے سکتا تھا، اِس لیے اشوک نے بھی باوجود بھکشوؤں کے ساتھ ان کی خانقاہ میں قیام کرنے کے امورِ سلطنت کی انجام دہی میں غفلت نہیں برتی۔

اشوک نے خود تو دُنیا ترک نہیں کی لیکن اُس نے اپنے ولی عہد مہندر کو اور اپنی بڑی لڑکی سنگھومترا کو اس کی اجازت دے دی کہ دونوں تارک الدُّنیا ہو کر باقاعدہ طور پر راہب و راہبہ ہو جائیں۔ اِتنا

ہی نہیں بلکہ سنگھ کی خواہش پر ان دونوں چہیتوں کا وطن سے دوُر لنکا میں جانا اور وہیں قیام پزیر ہوجانا بھی منظور کرلیا۔

سنگھ کے ساتھ قیام کے زمانے ہی میں وہ زیارتی دوَرہ بھی شروع ہوا جو بادشاہ نے بعد میں اپنا جزوِ زندگی بنا لیا۔ وہ اپنی تاج پوشی کے دسویں سال میں سب سے پہلی مرتبہ بودھی درخت کی زیارت کو گیا۔ وہ آٹھویں سنگی کتبے میں کہتا ہے "ازمنۂ گزشتہ میں بادشاہ تفریحی دوروں پر جایا کرتے تھے۔ جن میں شکار اور اسی قبیل کی تفریحات سے محظوظ ہوتے تھے مگر جب دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی حکومت کو دس سال ہوگئے تو وہ ایک دفعہ سام بودھی (بودھی درخت) کی زیارت کو گیا۔ اِس دن سے مذہبی دوَروں کا آغاز ہوا۔ اِن (مذہبی دوَروں) میں یہ ہوتا ہے :-

"برہمنوں۔ سرامنوں سے ملاقات اور ان کو تحائف دینا، ضعیفوں سے ملنا اور انھیں مال و زر دینا، اور صوبوں میں دوَرہ کرکے وہاں دھرم کی تعلیم دینا اور اس کے متعلق تحقیقات کرنا"

اس طرح وہ تقریباً ہر سال مختلف مقامات کا دوَرہ کرتا رہا۔ چناں چہ رمن دیئی اور نگلیوا کی لاٹھوں میں بھی اسی طرح کے دوَرے کا ذِکر ہے۔ رمن دیئی وہی مقام ہے جسے پہلے لمبنی باغ کہتے تھے۔ وہاں جو لاٹھ نصب ہے اس میں لکھا ہے کہ اشوک اپنی تاج پوشی کے بارہویں سال میں اس مقام کی زیارت کو اس لیے گیا تھا کہ وہاں مہاتما بُدھ پیدا ہوے تھے۔ شہنشاہ نے اپنی تشریف آوری کی یادگار میں اِس مقام

کے گرد ایک پتھر کا کٹھرا بنوایا اور ایک لاٹھ کھڑی کی ۔ اِس نے رمن دیئی کے باشندوں کو عنایتِ خسروانہ سے یوں سرفراز کیا کہ اُن پر سے ہر طرح کے ٹیکس اُٹھا لیے اور اُن کی مال گزاری پیداوار کا آٹھواں حصہ مقرّر کردی ۔ نگلیوا رمن دیئی سے تیرہ میل اُتر پچھم میں واقع ہی ۔ یہاں بھی ایک چھوٹی سی لاٹھ ہی اس پر یہ تحریر ہی کہ اشوک نے کنکانؔ[1] بدھ کے دوسرے استوپ کو اپنی تاج پوشی کے چودھویں سال میں بڑھایا ۔ اور تاج پوشی کے بیسویں سال میں یہاں آکر پُوجا کی۔ اِن مذہبی دوروں کے علاوہ اِس نے سنگھ کے معاملات میں خاص دِل چسپی لی چناں چہ جے پور اسٹیٹ کے بھبرو کتبے میں، جو ایک خانقاہ کے آثار کے پاس ایک چٹان پر ثبت ہی، سنگھ کے نام اس کا حسبِ ذیل پیغام کندہ ہی :-

"پریہ درشن بادشاہ مگدھ سنگھ کو سلام کہتا ہی اور اس کی خیر و عافیت کا خواہاں ہی۔

محترم بزرگو، بدھ دھرم اور سنگھ سے جو میری عقیدت ہی اُس سے آپ بخوبی واقف ہیں ۔ محترم بزرگو مقدّس بدھ نے جو کچھ ارشاد کیا ہی وہ بجا ارشاد فرمایا ہی ۔ مگر محترم حضرات، ان میں سے جو باتیں جلیل دھرم کے قیام کے لیے میں نے انتخاب کی ہیں ان کا اعلان مناسب معلوم ہوتا ہی ۔ محترم بزرگو! وہ دھرم کی مندرجۂ ذیل کتابیں ہیں (یا کتابوں کے حصص ہیں)

---

[1] گوتم بدھ کے قبل انھوں نے بدھ مت کی تبلیغ کی ۔ یہ خیال گوتم بدھ کی وفات کے بعد معرضِ وجود میں آیا ۔

۱۔ ونایا ساموکس ۔ (اخلاقیات پر وعظ)

۲۔ الیر وسانی ۔ (زندگی بسر کرنے کے بہترین طریقے)

۳۔ انگت بھیانی (مستقبل کا خوف، مذہب اور سنگھ کو پیش آنے والے خطرات)

۴۔ منی گاتھا ۔ (راہبوں کے گیت)

۵۔ مونیاسوتی ۔ (عقلا کی سیرت)

۶۔ اُپاتسیا پسینی ۔ (اُپاتیسا کے سوالات)

۷۔ نہارہ اہل موت ۔ (بدھ کا وہ وعظ جو انھوں نے راہل کو دیا تھا اور جو جھوٹ کے تذکرے سے شروع ہوتا ہے۔)

اِس کتبے سے صاف ظاہر ہے کہ اشوک نے بُدھ مت کی صِرف اُنھی کتابوں پر زور دیا ہے جو اخلاقیات اور عمل سے متعلق ہیں۔ وہ عقائد و رواسم کے لامتناہی جھگڑوں سے پرہیز کرنا چاہتا تھا۔ اور اُن کتابوں کو جن میں اِن اُمور کا ذِکر ہے نہ تو قابلِ قبول سمجھتا تھا اور بُدھ مت کے استقلال کے لیے ضروری۔

مہاونش کے حوالے سے پروفیسر رِس ڈیوس نے بیان کیا ہے کہ یہ پیغام اشوک نے تیسری بُدھ کانسل کے نام بھیجا تھا جو اس کی تاج پوشی کے سترھویں[1] اٹھارھویں سال میں پٹنہ میں نو مہینے منعقد رہی اور جس

---

[1] پروفیسر مکرجی نے اِس کتبے کے بغل والے کتبے کی تحریر سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ کتبہ سنہ ۲۵۶ ق م میں کندہ ہوا۔ اگر یہ صحیح مان لیا جائے، تو یہ ماننا پڑے گا کہ کانسل دسویں سال سے پہلے ہوئی لیکن یہ طریقۂ استدلال دوسرے مورخین نہیں تسلیم کرتے۔ ہمیں یہ فرض کر لینے میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی کہ یہ کانسل بعد میں ہوئی اور یہ کتبہ کندہ کرا کے بعد میں پچھلے کتبے کے ساتھ لگا دیا گیا (بقیہ اگلے صفحے پر)

کی صدارت مگولی کے لڑکے تِستا نے کی تھی ۔ اسی کانسل نے بُدھ مذہب کے حسبِ ذیل مبلّغ مختلف مقامات پر بھیجے ۔

مقامِ تبلیغ	مبلّغ
کشمیر اور گندھار	۱۔ مجھانتک
یونانی مملکت	۲۔ رکسیت
ممالکِ ہمالیہ	۳۔ مجھما
مغربی حصصِ ہند	۴۔ دھرم رکسیت (یونانی قوم کا)
مہاراشٹر (بندھیا کے پاس رہنے والے)	۵۔ مہادھرم رکست
دکنی میسوٗر	۶۔ مہادیو
اُتری کناڈا	۷۔ رکست
پیگو اور مولمین	۸۔ سون اور اُتّر
لنکا	۹۔ مہندر

اس فہرست کی تائید سناپاسارک سے بھی ہوتی ہے، جس میں ہر مبلّغ کے مختلف ساتھیوں کے نام دیے ہیں اور ان لوگوں کی تعداد بھی دی ہے۔ جنھوں نے ان کی کوششوں سے تبدیل مذہب کیا۔ بہ قول اس کتاب کے مجھما اور اُس کے ساتھیوں نے مملکت ہمالیہ میں اسّی لاکھ

(بقیہ صہ ۴۶) اس کے الگ سے لگائے جانے کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ موجودہ زمانے میں یہ کتبہ بہ آسانی کلکتہ کے عجائب خانے میں منتقل کیا جا سکا۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ ایسا ہی کوئی کتبہ پٹنہ میں، جہاں یہ کانسل ہوئی تھی اور بدھ مذہب کے دوسرے مرکزوں میں نصب کیا گیا ہوگا لیکن ابھی تک اس کتبے کی کوئی نقل کہیں دست یاب نہیں ہوئی ہے۔

(۸۰،۰۰۰)، یونانی دھرم رکست نے ممالکِ مغربی میں سینتیس ہزار (۳۷،۰۰۰)، مجھانتک نے اسّی ہزار (۸۰،۰۰۰) کشمیر اور گندھار میں۔ مہادیو نے دکھنی میسور میں چالیس ہزار (۴۰،۰۰۰) رکست نے شمالی کناڑا میں چوراسی ہزار (۸۴،۰۰۰) اور سون اُتّر نے پیگو اور مولمین میں ساٹھ ہزار (۶۰،۰۰۰) بُدھ بنائے۔ اِس طرح صِرف اِن مبلّغین کی کوشش سے ایک کروڑ کے قریب بُدھ آبادی بڑھ گئی۔

مہندر کا لنکا جانا مہندر کے لنکا جانے کا کسی کتبے میں ذِکر نہیں ہے۔ لیکن روایتیں اس کے مشن کا بہت تفصیل سے ذِکر کرتی ہیں۔ اِن روایتوں کے مطابق لنکا کے بادشاہ دوانم پیا تسا نے بُدھ مذہب کی تحقیق کے بارے میں ایک مشن اشوک کے پاس بھیجا۔ یہ لوگ لنکا سے کشتیوں میں سوار ہوکر ایک ہفتے میں پاٹلی پُتر آئے اسی مشن کی وجہ سے اشوک نے اپنے بیٹے مہندر اور نواسے سومن کی ماتحتی میں مبلّغین کا ایک گروہ لنکا بھیجا۔ کچھ دِنوں بعد وہاں سے پھر ایک وفد آیا جس نے اشوک سے درخواست کی کہ بودھی درخت کی ایک شاخ اِسے عنایت کی جائے۔ نیز اس کے ہمراہ مہندر کی بہن سنگھومترا بھی بھیج دی جائے تاکہ وہ لنکا میں پہنچ کر راہبات بھی بنائے۔ شہنشاہ نے وفد کی یہ استدعا منظور فرمائی اور ۲۵۲ء ق م میں خود ایک فوج کے ساتھ اپنی لڑکی کو اور بودھی درخت کی شاخ کو تمرالپتی بندرگاہ تک پہنچانے گیا۔ یہ شاخ بڑے اہتمام سے ایک جہاز پر رکھی گئی اور وہاں سے لنکا پہنچی۔ جہاں آج بھی وہ ایک چھتنار درخت کی صورت میں موجود ہے۔ تیسرا وفد پھر لنکا سے سومن لے کر

آیا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ وہ اشوک سے بُدھ کا کوئی عضو یا ہڈی حاصل کرے۔ اشوک نے یہ تحفہ بھی عطا کیا۔ اور وہ ہڈی لنکا میں ایک ایک استوپ کے نیچے دفن کی گئی۔ انھی تمام کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ بُدھ مت لنکا میں اِس طرح پھلا پھُولا کہ آج جب کہ اِس مذہب کے ماننے والے اس کے مقامِ پیدائش، ہندُستان میں بہت کم رہ گئے ہیں۔ چین، تبّت اور برما کی طرح لنکا کے باشندوں کا بھی خاص مذہب بُدھ ہی ہے۔

شہنشاہ نے بُدھ مذہب میں اتنی ہی دِل چسپی نہ لی، بلکہ بعض کتبوں سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بُدھ سنگھ کے قائد کی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ اس نے سنگھ میں رہنے والوں کے لیے چند اصُول مقرّر کر دیے اور یہ صاف صاف حکم دے دیا کہ جو اِن کی پابندی نہ کرے گا وہ خانقاہ سے نکال دیا جائے گا۔ چناں چہ سارناتھ کے کتبے میں بہت تفصیل سے وہ لکھتا ہے :۔

"سنگھ میں کوئی رخنہ نہ ڈالے۔ راہب اور راہبات میں سے اگر کوئی سنگھ سے منحرف ہو جائے گا تو اُسے سفید کپڑے پہنا دیے جائیں گے اور اُسے خانقاہ کی جگہ کہیں اور رہنا پڑے گا۔ یہ حکم بھکشو اور بھکشنوں کے سنگھ میں سُنا دیا جائے۔"

یہی حُکم سانچی کے کتبے میں وہ یوں دُہراتا ہے :۔

"راہب اور راہبات کے لیے ایک راستہ بتا دیا گیا ہے . . .

. . تاکہ جو بھی سنگھ کے اصول کو توڑے۔ چاہے وہ راہب ہو یا راہبہ، اُسے سفید کپڑے پہنا دیے جائیں اور اُسے خانقاہ

کی جگہ کہیں اور رہنا پڑے۔ کیوں کہ میری خواہش ہے کہ سنگھ صراطِ مستقیم پر قائم رہ کر ابدالآباد تک قائم رہے۔"

دھرم اخلاقی تعلیمات کا مجموعہ ہے

لیکن بُدھ مت میں اُس کے شغف کے یہ معنی نہیں تھے کہ اُس نے دوسرے مذہبوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی، یا اُن کے ماننے والوں کے ساتھ تعصّب برتا یا سختی کی۔ بلکہ یہ حقیقت ہے کہ اُس نے کبھی ... اپنے ذاتی مذہب کو پبلک مذہب بنانے کی کوشش نہیں کی۔ اُس نے ساری مملکت کے مذاہب کا نچوڑ چند اخلاقی، عام طور پر مسلّم، تعلیمات کو دھرم کے نام سے موسوم کیا اور انھی کی تبلیغ اور ترویج کی۔ اس دھرم کو وہ مذاہب کی بنیاد، اصل، اور رُوح بتاتا ہے۔ اس دھرم کی اگر تحلیل کی جائے تو اس کے دو رُخ دِکھائی دیں گے۔ ایک تو عملی اور دوسرا اُصولی۔ عملی حیثیت سے دھرم جو رُخ پیش کرتا ہے وہ اِن ارکان پر مشتمل ہے :-

دھرم کا عملی رُخ

۱۔ ماں، باپ، بزرگوں، اُستادوں اور اپنے سے برتر (زیادہ رُتبے اور تنخواہ والوں) کی اطاعت کرنا۔

۲۔ برہمنوں، سرامنوں، عزیزوں، ملازموں، غلاموں، غریبوں، مُصیبت زدوں، دوستوں، مُلاقاتیوں اور ساتھیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا۔

۳۔ راہبوں، برہمنوں، سرامنوں، دوستوں، ساتھیوں، عزیزوں اور ضعیفوں کے معاملے میں سخاوت سے کام لینا۔

۴۔ جان داروں کے مارنے اور ستانے سے پرہیز کرنا۔

اِن تمام صفات کو وہ بعض وقت حسبِ ذیل نیکیوں کے نام سے موسوم کرتا ہے :۔

رواداری ، رحم دِلی ، سچّائی ، سخاوت ، تقدّس ، صفائیِ قلب ، ضبطِ نفس ، احسان مندی ، ظاہر و باطن کی پاکیزگی ، اخلاق سے وابستگی ، راسخ الاعتقادی اور آمد و خرچ میں اعتدال ۔

اس دھرم کو گیارھویں کتبے میں مختصر کر کے اُس نے یوں بیان کیا ہے :۔

" دھرم حسبِ ذیل چیزوں پر مشتمل ہے :۔

نوکروں اور غلاموں سے مراعات ، ماں باپ کی اطاعت ، دوستوں ، عزیزوں ، شناساؤں ، برہمنوں ، سرامنوں کو تحائف دینا ، اور جانوروں کے ذبح سے باز رہنا "

پھر پہلی لاٹھ میں اسی چیز کو یوں دُہرایا ہے :۔

" دھرم کی شدید محبّت ، بے انتہا معرفتِ نفس سخت اطاعت ، جاں کاہ تقویٰ ، اور بے پایاں قوتِ عمل کے بغیر دُنیا اور عقبا کا حاصل ہونا سخت مشکل ہے ۔ ۔ ۔ ۔ دھرم پر قائم رہو ۔ دھرم کے مطابق انتظام کرو ، دھرم کے ذریعے خوشی پھیلاؤ اور دھرم کے ذریعے حفاظت کرو "

اشوک ذاتی طور پر اس کے عملی پہلو پر اس طرح عامل تھا کہ وہ اپنے تمام اعزّا ، متوسّلین ۔ ملحقین ، متعلّقین کا کفیل ہی نہ تھا بلکہ ان کے تمام معاملات میں دل چسپی لیتا تھا اور برابر اسی بات کا کوشاں تھا کہ وہ صرف

اِسی دُنیا میں چین اور آرام سے نہ بسر کریں۔ بلکہ دُوسری دُنیا میں بھی جنّت کے مستحق سمجھے جائیں۔ چناں چہ چوتھی لاٹھ کے کتبے میں وہ کہتا ہے۔ "میں اپنی توجّہ اپنے اعزّا پر بھی مبذول رکھتا ہوں۔ ان لوگوں پر بھی جو قریب ہیں اور اُن پر بھی جو دُور ہیں، تاکہ شاید میں ان کی رہبری مسرّت (ابدی) تک کرسکوں۔" اِسی لیے اُس نے خیرات کا محکمہ کھولا، دھرم مہاماتر مقرّر کیے اور اس کی برابر کوشش کرتا رہا کہ اس کی سلطنت میں کوئی حاجت مند اور مُفلس نہ رہ جائے۔ وہ اپنے اِن نیک کاموں کا بار بار فخر سے ذِکر کرتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ وہ اِس امر پر بھی زور دیتا ہے۔ کہ اِن تمام مراعات میں جو سب سے بڑی نیکی اُس نے اِنسانوں کے ساتھ کی ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے اُنھیں دھرم کا تحفہ دِیا ہے۔ اور وہ اِسی پر اصرار کرتا ہے کہ بادشاہوں کا سب سے بڑا فرض یہی ہے کہ وہ رعایا میں اخلاق کی تبلیغ کریں اور اُنھیں جنّت کا مستحق بنائیں۔

اشوک کے دھرم کے اصوُلی پہلوُ پر جب ہم نظر کرتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دھرم بہت حد تک عقلی تھا۔ وہ ایک بہت بڑی سلطنت کا بادشاہ تھا، ایسی سلطنت کا، جو ہرات سے لے کر حدُودِ آسام تک اور کشمیر سے لے کر دکھنی میسوُر تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس سلطنت میں مختلف قوموں اور فرقوں کے لوگ رہتے تھے۔ مناظروں اور مجادلوں کا زور تھا۔ لوگ ایک دُوسرے کے مذہب کی بُرائی بیان کرتے کرتے دست و گریباں ہوجاتے تھے اور نوبت فساد تک پہنچتی تھی۔ اسی لیے

دھرم کا اصوُلی پہلو اس نے سب سے پہلی چیز جس پر دھرم میں زور

دیا ہے وہ بے تعصبی ہے۔ وہ مناظرے اور مجادلے کو اِن الفاظ میں دلائل و براہین کے ساتھ ایک ناصحِ مشفق کی طرح منع کرتا ہے :-

" اصوُل بہتیرے ہیں مگر اِن سب اصوُلوں کی روُح زبان کو روکے رہنا (رواداری) ہے۔ یعنی بغیر قوی وجہ کے اپنے مذہب کے گُن گانا اور دوُسرے کے مذہب کو بُرا کہنا ناروا ہے۔ دوُسرے مذاہب کی تحقیر صرف مخصوص بنا پر کی جا سکتی ہے۔ برخلاف اِس کے دوُسروں کے مذہب کی عزّت کرنے کے لیے بہت سے دلائل ہیں۔ ایسا کرنے سے اپنے مذہب کی عزّت بڑھتی ہے اور دوُسرے مذہب کی خدمت ہوتی ہے، اِس کے خلاف کرنے سے خود اپنے مذہب کو نقصان پہنچتا ہے اور دوُسروں کو تکلیف ہوتی ہے، کیوں کہ جو شخص بھی اپنے دِل میں یہ خیال کر کے کہ مَیں اپنے مذہب کو بڑھا رہا ہوں اپنے مذہب کی تعریف اور دوُسروں کی تحقیر کرتا ہے وہ اپنے مذہب کو نقصانِ عظیم پہنچاتا ہے۔ البتّہ مباحثہ اچھّی چیز ہے، کیوں کہ اُس سے بہت سے لوگوں کو دوُسروں کے مذاہب کی اچھّی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ایک دوُسرے کے دھرم کے جاننے کی خواہش بڑھتی ہے دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی خواہش ہے کہ ہر فرقہ و ملّت کے افراد کو معلوم ہونا چاہیے کہ بادشاہ دولت اور اعزاز کی اتنی پروا نہیں کرتا جتنی اِس امر کی کہ تمام فرقوں میں اصل اصوُل پھیل جائیں اور ہر ایک رواداری سے رہے۔"

چھٹی لاٹھ میں مذاہب میں آپس میں اتحاد و اتفاق کی اِس خواہش کو وہ اِن الفاظ میں اور بھی واضح کر دیتا ہے :-

" میں نے ہر فرقہ و ملّت کو اعزاز بخشا ہے مگر جو فرقہ دوسرے فرقے سے میل ملاپ میں اقدام کرتا ہے میں اُسے خاص عزّت کا مستحق سمجھتا ہوں "

(۲) مذاہب کی روح اور اُن کے اصل اصوُل سمجھنے کے لیے بادشاہ نے ایک اور ذریعہ یہ اختیار کیا کہ اُس نے رواسم کے ترک کرنے پر زور دیا۔ اُس کے نزدیک رواسم مذہب کی روح اور اصل کو ڈھک لیتے ہیں اور انھیں عجیب و غریب جاموں میں پیش کر دیتے ہیں۔ جس کے باعث ان کا اصل منشا فوت ہو جاتا ہے۔ چناں چہ وہ اپنے نویں سنگی کتبے میں کہتا ہے :-

" مصیبت کے وقت شادیوں میں، پیدائش میں اور سفر میں لوگ طرح طرح کی رسمیں بجا لاتے ہیں ایسے اوقات میں عورتیں فضول اور بے کار رسمیں ادا کرتی ہیں۔ لیکن ایسی بے کار رسموں کا کوئی نتیجہ نہیں۔ ہاں ایسی رسمیں بے شک مفید ہیں جو دھرم سے متعلق ہیں۔ جیسے ملازموں، کنیزوں، غلاموں سے اچھا برتاؤ کرنا، اُستادوں کی عزّت، جانور آزاری سے پرہیز۔ یہ سب باتیں البتّہ قابلِ ستایش اور مفید ہیں "

غرض اشوک کے نزدیک سچّی رسم وہی ہے جو اِخلاق و عادات کو سنوارے، نیک کردار و رواداد بنائے اور اِسی دُنیا میں مقاصد کے حصول کا ذریعہ سمجھی جائے۔ بلکہ جنّتِ نعیم تک پہنچنے کا باعث بنے۔

(۳) دھرم پر عمل کرنے پر اکتفا نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ اِس کی کوشش بھی کرنا چاہیے کہ دوسرے بھی دھرم پر عمل کریں۔ یعنی ہر شخص صِرف دھرم کا پابند ہی نہ ہو بلکہ اس کا مبلّغ بھی بنے۔ دھرم کا ہدیہ سب سے بڑا ہدیہ ہے اس لیے اگر تم کو کسی دوست یا عزیز کو کوئی تحفہ دینا ہے، کوئی پیش کش کرنا ہے تو دھرم کا تحفہ دو۔ یہ تمھارا انسانی فریضہ ہے اور یہی تمھاری محبت و اخوت کی دلیل ہے۔

(۴)۔ اپنے اخلاق کو سُدھارنے اور بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش میں لگا رہنا بھی بڑی چیز ہے۔ اِسی سلسلے میں اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ جتنا بھی جس کا رُتبہ بڑا ہوگا اُتنی ہی اُس کی یہ کوشش بھی زیادہ سے زیادہ تر ہونا چاہیے۔ اِسی ضمن میں گناہوں سے بچنا سب سے بڑا مقصد ہونا چاہیے۔ اور اِس مقصد کے حصوُل کے لیے ہر وقت کوشِش کرتے رہنا چاہیے۔ چھوٹے بڑے، سب کو اِس کوشِش میں لگا رہنا چاہیے۔ یہ کوشِش دو طرح کام یاب بنائی جاسکتی ہے۔ ایک تو گناہوں کا نیکیوں سے مقابلہ کرنے سے، دوسرے غور و فکر کرنے سے۔ یعنی یہ سوچنے سے کہ ہم اپنے کو کیوں کر بہتر سے بہتر بنا سکتے ہیں۔

(۵) وہ دھرم کی ترقّی دو طرح سے ممکن سمجھتا ہے۔ ایک تو دھرم کے قوانین کے ذریعے، دوسرے غور و فکر کے ذریعے۔ وہ لکھتا ہے:-

"اِن دونوں ذرائع میں سے دھرم کے قوانین خاص اثر نہیں رکھتے، لیکن غور و فکر بڑا اثر رکھتی ہے۔ دھرم کے قوانین تو وہی ہیں جن کا میں نے حکم دیا ہے۔ یعنی فلاں فلاں جانور نہ مارے

جائیں گے اور اسی طرح کے اور احکامات جو میں نے دھرم
کے متعلق دیے ہیں۔ لیکن غور و فکر کے ذریعے رعایا کے
دھرم میں ترقّی اِسی طرح ہوئی ہے کہ انھوں نے ہر جان دار کے
ستانے اور مارنے سے (خود) پرہیز کیا (یعنی اہنسا کو بہتر جانا)"

یہ تھا اشوک کا وہ دھرم جس کی اُس نے تمام عمر تبلیغ کی۔ اِس دھرم کو بُدھ مت نہ سمجھنا چاہیے۔ یہ اُن اخلاقی اصولوں کا مجموعہ ہے جس پر ہر مذہب کے پیرو عامل ہیں۔ اخلاقیات کے اِس مجموعے میں اشوک نے اگر کسی چیز کی زیادتی کی تو وہ اہنسا ہے۔ لیکن اشوک کی اہنسا مطلقاً گوشت خوری کے خلاف نہیں ہے۔ اس نے جن جانوروں کا کاٹنا ممنوع قرار دیا ان کی ایک لمبی چوڑی فہرست شائع کردی۔ اُن میں بعض کا تو ذبح کرنا قطعی ممنوع قرار دے دیا اور بعض کا صِرف مخصوص دِنوں میں منع کیا۔ ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو ویدوں کے مذاہب میں بھی ممنوع تھے، اور بعض ایسے بھی ہیں جو پہلے ممنوع نہ تھے مگر جنھیں اشوک نے ممنوع قرار دیا لیکن بہ قول اسمتھ "یہ امر قابلِ تعجب ہے کہ سینگ والے مویشی اس فہرست میں شامل نہیں کیے گئے ہیں"۔ اِسی مورخ کا یہ بھی خیال ہے کہ اشوک کے زمانے تک گائے اور بیل کا گوشت کھایا جاتا تھا۔ چناں چہ وہ رقم طراز ہے :-

"ہم نے یہ دیکھا ہے کہ حکومتِ تکشلا کو اِس میں کوئی پس و
پیش نہ ہوا کہ وہ ہزاروں مویشی ذبح کرنے کے لیے خاص
طور سے تیار کرکے سکندر کو پیش کرے۔ یہی تکشلا کے

جذبات غالباً اشوک کے بارے میں ایک ایسی عادت کو ممنوع قرار دینے میں حائل ہوئے جسے اُس کی شمالی مغربی رعایا آسانی سے ترک کرنے کے لیے تیار نہ تھی۔ یہ ناممکن معلوم ہوتا ہو کہ ٹکشلا کی پبلک کے جذبات اس معاملۂ خاص میں مقدونیہ کے بادشاہ کی آمد کے بعد سے صرف چوہتّر برس میں بالکل بدل گئے ہوں۔ اِن مذکورِ حقائق سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہو کہ موجودہ ہندو مذہب کی جو آج خاص علامت گائے کو حد درجہ مقدّس سمجھنے کی ہو، اس جذبے نے کیوں کر ترقّی کی۔ یہ ظاہر ہو کہ یہ جذبہ (پرستش) اپنی موجودہ شدّت کے ساتھ سکندر اور اشوک کے زمانے میں ترقّی پزیر نہ ہُوا تھا۔"

(۶) اِسی سلسلے میں بادشاہوں پر دو فریضے "سچّی فتح" اور "سچّی شہرت" کے نام سے عائد ہوتے ہیں۔ اشوک کے نزدیک مُلکوں کا فتح کرنا سچّی فتح نہیں ہو، بلکہ دھرم کی فتح حقیقی فتح ہو، وہ تیرھویں سنگی کتبے میں لکھتا ہو:-

"دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی رائے میں دھرم کی فتح سب سے بڑی فتح ہو۔ میرے بیٹے پوتے جو بھی ہوں فتوحات حاصل کرنا بڑی بات نہ سمجھیں۔ یعنی وہ فتح جو تیر (و تفنگ) کے ذریعے سے حاصل ہوتی ہو۔ اُنھیں صبر و رحم میں مسرّت حاصل کرنا چاہیے اور اسی فتح کو سچّی فتح سمجھنا چاہیے جو دھرم کے ذریعے حاصل ہو۔ ایسی فتح سے دُنیا و عاقبت دونوں سُدھر جاتی ہیں۔"

سچی شہرت یہ ہے کہ رعایا میں دھرم کی پرچار کے ذریعے سے اُن کو انسانیت اور اخلاق کا نمونہ اور مثال بنایا جائے۔ چناں چہ دسویں کتبے میں وہ اپنے لیے لکھتا ہے :-

"دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ اپنی بڑائی اور شہرت اس کے علاوہ اور کسی امر میں نہیں چاہتا کہ اس کی رعایا دھرم کی باتوں کو دِل سے سُنے اور اُن کی پیروی کرے۔ صِرف اِسی بات میں دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ پریہ درشن عزّت اور شہرت کا خواہاں ہے۔"

اشاعت کے ذرائع

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اِس دھرم کی اشاعت و تبلیغ کے لیے اشوک نے کیا ذرائع اختیار کیے۔ کتبوں کے بہ غور مطالعے سے حسب ذیل طریقوں کا پتا چلتا ہے :-

(۱) وہ مختلف طرح کی شبیہیں اور تصویریں پبلک کو دِکھاتا تھا۔ چناں چہ وہ سنگی کتبہ نمبر ۴ میں لکھتا ہے :-

"بادشاہ نے اپنی رعایا کو، ہوائی رتھوں، دیوبانی ہاتھیوں اور آتشیں پیکر جیسے (مافوق الفطرت) مناظر دکھاکر وہ کام کیا کہ جو سینکڑوں برس سے نہ ہوسکا تھا۔ یعنی یہ کہ دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا پریہ درشن کی تعلیمات کی وجہ سے جانوروں کے ذبح سے پرہیز، جان داروں پر رحم۔ عزیزوں، برہمنوں، سرامنوں سے حُسنِ سلوک اور ماں باپ کا کہنا ماننا، اِن سب باتوں میں زیادتی ہوتی گئی۔"

پروفیسر بھنڈارکر کا خیال ہے کہ جس طرح آج بھی مختلف طرح کے

سوانگ بھرے جاتے ہیں اور دسہرے میں رام لچھمن وغیرہ کی شبیہیں نکالی جاتی ہیں اسی طرح اشوک نے بھی اپنے زمانے میں دیوتاؤں کی جنتی زندگی کے مختلف مظاہر جلسوں میں پیش کرائے اور اس طرح پبلک کو جنّت کا مشتاق بناکر اپنے اخلاق کے سدھارنے اور سنوارنے کی طرف راغب کیا۔

۲۔ دوسرا ذریعہ جو اُس نے دھرم کی اشاعت کا اختیار کیا وہ مذہبی دورے تھے۔ وہ سنگی کتبہ نمبر ۸ میں کہتا ہو "ازمنۂ گزشتہ میں بادشاہ تفریحی دوروں پر جایا کرتے تھے۔ جن میں شکار اور اسی قبیل کی تفریحات سے محظوظ ہوتے تھے، مگر جب دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ، پریہ درشن کی حکومت کو دس سال ہوگئے تو وہ ایک دفعہ سام بودھی (بودھی درخت) کو دیکھنے گیا۔ اسی دن سے مذہبی دوروں کا آغاز ہوا۔ اِن مذہبی دوروں میں یہ ہوتا ہو :-

"برہمنوں، سرامنوں سے مُلاقات اور اُن کو تحائف دینا۔
ضعیفوں سے ملنا اور انھیں مال و زر دینا اور صوبوں میں دورہ کرکے وہاں دھرم کی تعلیم دینا اور اُس کے متعلق تحقیقات کرنا۔"

جب بادشاہ خود مذہب کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ اِسی طرح مال و زر کی بارش کرے گا تو رعایا میں دھرم کی دھوم کیوں نہ مچے گی۔ اور "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ" کا مقولہ مملکتِ ہند کے لیے اشوک کے زمانے میں حرف بہ حرف کیوں نہ صادق آئے گا؟ جب ہی تو وہ بڑے فخر سے کہتا ہو کہ "ایک ہی سال کے اندر

میری مملکت میں وہ لوگ بھی جو دیوتاؤں سے ناواقف تھے یا (اُن پر اعتقاد نہ رکھتے تھے) واقف ہو گئے (اور اُن پر ایمان لائے)"

۳۔ لیکن اکیلا بادشاہ ساری مملکت میں وعظ کہتا نہ پھر سکتا تھا۔ اِس لیے اُس نے دھرم کی اشاعت کے لیے دوسری صورتوں پر غور کرنا شروع کیا۔ وہ ساتویں لاٹھ میں تحریر کرتا ہے:۔

"مَیں نے سوچا کہ گزشتہ بادشاہوں نے بھی سوچا تھا کہ لوگ دھرم کے ذریعے ترقّی کریں۔ پھر بھی لوگوں نے دھرم میں ترقّی نہیں کی، اِس لیے وہ کون سے ذرائع اختیار کیے جائیں کہ لوگ دھرم پر عمل کریں۔ کیوں کر لوگوں میں دھرم کی ترقّی ہو اور کیوں کر لوگ دھرم کے ساتھ ساتھ ترقّی کریں ..... میرے ذہن میں آیا:۔

(الف) مَیں مذہبی پیغامات کا اعلان کروں گا۔ مَیں مذہبی احکام جاری کراؤں گا۔ لوگ اُنھیں سُن کر اور اُن پر سختی سے عمل کر کے بلند مرتبہ بنیں گے۔ اور مذہبی ترقّی کے ساتھ ساتھ ترقّی کریں گے۔

(ب) راجیوک بھی جن کے ذمّے لاکھوں آدمیوں کی نگہ بانی ہے ان کو بھی مَیں نے حُکم دے دیا ہے کہ تُم یوں اور اِس طرح دھرم کے ماننے والوں کو ہدایت کرتے رہنا۔

(ج) اِنھی اُمور پر نظر کر کے مَیں نے دھرم کی لاٹھیں استادہ کرائی ہیں۔

(د) دھرم مہاماتر مقرّر کیے ہیں۔

(س) اور مذہبی کتبے تیار کردیے ہیں۔

(ش) سڑکوں پر بھی میں نے برگد کے درخت لگوائے ہیں۔

(ص) ہر آدھے کوس پر کنوئیں کھدوائے ہیں۔

(ض) آرام گاہیں بنوادی ہیں۔

(ط) متعدد سبیلیں مختلف مقامات پر رکھوادی ہیں تاکہ آدمی اور چوپایوں کو آرام ملے۔"

اِس کتبے سے ظاہر ہو کہ اُس نے دھرم کی اشاعت کی تین صورتیں سوچیں۔ ایک تو دھرم کے اُصول کو ضبطِ تحریر میں لانا۔ دُوسرے اِن تحریرات کا فرمانِ شاہی اور پیغامات کی صورت میں تشہیر کرنا۔ تیسرے اِن اصولوں پر عمل کرکے بہ طورِ مثال کے پیش کرنا۔ اصول چٹانوں پر لاٹھوں اور غاروں میں کندہ کرادیے گئے۔ ان کی تشہیر عمالِ حکومت اور دھرم مہاماتروں کو سپرد کی گئی اور ان پر بادشاہ کی طرف سے عمل یوں کیا گیا کہ سڑکوں پر پیڑ لگادیے گئے کنوئیں کھودے گئے۔ سبیلیں رکھی گئیں اور خیرات کا محکمہ قائم ہوا۔

۴۔ ممکن تھا کہ حکّامِ صوبہ اور ضلع اپنے دُوسرے فرائض کی وجہ سے دھرم کی تبلیغ کے لیے کماحقہ، وقت نہ نکال سکتے اس لیے بادشاہ نے ایک خاص طرح کے افسر مقرر کیے جنھیں

دھرم مہاماتروں کے فرائض

دھرم مہامات کے نام سے موسوم کیا۔ اِن افسروں کا یہ مخصوص فریضہ تھا کہ وہ تمام مذاہب کی نگرانی کریں اور ان کے آپس کے اختلافات کو دُور کرکے اُن کے بنیادی اتفاق کو نمایاں کریں۔ تاکہ

رعایا یہ سمجھ لے کہ بُدھ مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی دھرم کو مان سکتے ہیں اور اُس پر عمل کر سکتے ہیں۔ وہ خود کہتا ہے :-

"میرے مہاماتر بھی بادشاہ کی خوشنودی کے لیے راہبوں اور گرہستیوں دونوں سے متعلق مختلف طرح کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ وہ ہر مذہب کے لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ مَیں نے اُن کو حُکم دیا ہے کہ وہ سنگھ (بُدھ مت) کے معاملات کی بھی نگرانی کریں۔ اِسی طرح مَیں نے حُکم دیا ہے کہ وہ برہمن اور راجیوک راہبوں کی بھی خدمت کریں۔ نرگنتھوں کے معاملات کی دیکھ بھال بھی مَیں نے انھی کو سپرد کی ہے اور مختلف ملتوں کی نگہبانی کرنے کا بھی مَیں نے انھیں حُکم دیا ہے۔ خاص خاص مہاماتر خاص خاص فرقوں کے لیے رکھے جاتے تھے، لیکن میرے دھرم مہاماتر اُن فرقوں کی بھی خدمت کرتے ہیں (جن کے لیے وہ رکھے جاتے تھے) اور ان کے علاوہ دوسرے فرقوں کی بھی۔"

ان مہاماتروں کو تمام مذاہب کی نگرانی کے علاوہ خیرات کی وصولی اور اُسے تقسیم کرنے کا کام بھی سپرد تھا۔ چناں چہ وہ اُسی ساتویں لاٹھ میں لکھتا ہے :-

"یہ دھرم مہاماتر اور دوسرے بڑے افسر میری نیز رانیوں کی جانب سے خیرات کی تقسیم بھی کرتے ہیں اور میری تمام حرم سراؤں میں، خواہ وہ یہاں ہوں یا صوبوں میں، مختلف

صورتوں سے اس طرح کے کام کرتے رہتے ہیں جو باعثِ مسرت (لابدی) ہیں۔ اور (اپنے اور رانیوں کے علاوہ) میں نے اُن کو حکم دے رکھا ہو کہ وہ میرے بیٹوں اور دوسری رانیوں کے لڑکوں کی خیرات بھی تقسیم کیا کریں گے۔"

لیکن یہ خیرات صرف شہزادوں اور شاہ زادیوں تک محدود نہ تھی بلکہ دھرم مہاماتروں کا یہ بھی فریضہ تھا کہ وہ رعایا میں بھی ایسے لوگوں سے خیرات وصول کریں جو دھرم پر ایمان رکھتے ہوں۔ اور صاحبِ استطاعت ہوں۔

۵۔ یہ خیرات محتاجوں اور فقرا میں تقسیمِ زر تک محدود نہ تھی بلکہ اُس سے بہت سے رفاہِ عام کے کام ہوتے تھے۔ لوگ بادشاہ کی تقلید میں سڑکوں پر پیڑ لگاتے۔ کنوئیں کھُدواتے، مختلف پھلوں کے باغ نصب کرتے اور انسانوں اور جانوروں کو آرام پہنچانے کے مختلف ذرائع اختیار کرتے تھے۔ بادشاہ نے یہ کام اِس لیے کیے تھے "کہ لوگ دھرم کے اعمال کی پیروی کریں۔" اگر ہم یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ دھرم کے اعمال میں سڑکیں بنوانا، کنوئیں کھُدوانا، باغوں اور درختوں کا لگانا، مخصوص طور پر کیوں ذکر کیا گیا ہو، تو ہمیں حسبِ ذیل نظم پڑھنا چاہیے۔ جو مہاتما بدھ کی خاص تعلیمات میں سے بتائی جاتی ہو:-

"باغ لگانے والے"

"وہ کون لوگ ہیں جن کے مراتب میں رات دِن اضافہ ہوتا رہتا ہو۔ اور وہ کون ہیں جو اپنی نیکوکاری اور حُسنِ عمل کی وجہ سے دُنیا سے سیدھے جنّت میں جائیں گے؟ وہ باغ اور پھل دار درخت

لگانے والے۔ سڑکیں، نہریں، کنویں تعمیر کرانے والے، سبیلیں
قائم کرانے والے اور بےگھروں کے لیے گھر بنوانے والے ہیں۔
یہی وہ ہیں جن کے مراتب رات دن بڑھتے رہتے ہیں اور
جو اپنی نیکوکاری اور حُسنِ عمل کی وجہ سے دُنیا سے سیدھے جنّت
میں جائیں گے!"

۶۔ دھرم کی اشاعت کے لیے اشوک نے مذہبی تحریرات کو جیسا کہ مذکور ہوچکا۔ لاٹھوں، پہاڑیوں اور پتھروں پر کندہ کرادیا۔ یہ خیال کرنا کہ اشوک نے یہ سب کتبے محض خودنمائی کی بنا پر کندہ کرائے ہیں اور اُنھیں اِس لیے حجری شکل دی ہے کہ اس کا نام باقی رہے زیادہ صحیح نہ ہوگا۔ اس لیے کہ وہ بیش تر کتبوں میں، اور خاص طور سے چوتھے پانچویں اور چھٹے سنگی کتبوں میں، اپنے مقصد کو واضح کردیتا ہے۔ وہ اس پر مُصر ہے کہ اُس نے کتبے اِس لیے کندہ کرائے ہیں تاکہ آنے والی نسلیں اُس کے کاموں سے سبق لیں۔ اور اسی کی طرح دھرم کے فروغ کی کوشش کریں۔ اِس مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر یعنی میری نسل اِس بات میں ترقّی کی کوشش کرے اور کوئی کمی نہ ہونے دے یہ مذہبی تحریر لکھوائی گئی (چوتھا سنگی کتبہ) "یہ دھرم کی تحریر اِس لیے کھدوائی گئی تاکہ یہ عرصے تک قائم رہے اور میرے بیٹے اور پوتے اِسی طرح دُنیا کی بھلائی کے لیے کوشش کریں (چھٹا سنگی کتبہ)

۷۔ اس نے اپنے دھرم کی تبلیغ ہی کے لیے پانچویں لاٹھ میں ایک لمبی چوڑی فہرست[۱] کندہ کرائی جس میں تمام جانوروں کا داغنا،

---

[۱] ممنوعات کی اِس لمبی چوڑی فہرست میں دو جانوروں کا نام (باقی اگلے صفحے پر)

اخته کرنا خاص دِنوں میں ممنوع قرار دِیا اور اِن جانوروں کا نام بھی شائع کیا جن کا مارنا اور قربانی کرنا ردکا گیا۔ اِس طرح اُس نے بہ قول اپنے ”جانوروں کو زندگی بخشی“ اور دھرم کے بڑے اہم اصول ’اہنسا‘ پر عمل پیرا ہونے کے ذرائع بتادیے۔

۸۔ اُس نے مریض انسانوں اور بیمار جانوروں کے لیے اسپتال کھولے اور اُن کے لیے دوائیں بہم پہنچانے میں بڑا اہتمام کیا۔ چناں چہ وہ اپنے دُوسرے سنگی کتبے میں کہتا ہے ”جہاں کہیں انسانوں اور جانوروں کی دوا کے لیے جڑی بوٹیاں نہیں پائی جاتی ہیں۔ مَیں نے انھیں تمام ایسے مقامات پر منگواکر لگوادیا ہے۔ جہاں کہیں بھی یہ جڑیاں بوٹیاں نہ تھیں باہر سے لاکر لگادی گئی ہیں۔“

ان اسپتالوں کا کھولنا اور جڑی بوٹیوں کا لگانا صرف مملکتِ ہند ہی تک محدود نہ تھا بلکہ دُوسرے ممالک میں بھی جہاں کہیں اشوک کے سفرا گئے اُنھوں نے موجودہ عیسائی مشنریوں کی طرح

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مخصوص طور پر نہیں لیا گیا ہے۔ ایک تو سور کا دُوسرے گائے کا۔ سور کا گوشت تو اُسے خود حد سے زیادہ پسند تھا اور مگدھ کے رہنے والوں کی محبوب ترین غذا تھی۔ گائے کا گوشت عام طور سے اُس زمانے میں کھایا جاتا تھا اور ٹیکشلا کے باشندے خاص طور سے اس کے شائق تھے۔ پروفیسر بھنڈارکر اپنی کتاب ”اشوک“ میں مہابھارت کے حوالے سے انتی دیو راجا کا ذکر کرتے ہیں جس کے ہاں روزانہ دُو ہزار مویشی اور دو ہزار گائیں اِس لیے کاٹی جاتی تھیں کہ ان کا گوشت رعایا میں تقسیم کیا جائے۔ اِس گوشت کی تقسیم سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اُس وقت تک اِس جانور کا گوشت عام طور پر کھایا جاتا تھا۔ وہ تقدس جو اس جانور کو آج کل حاصل ہے، اشوک کے زمانے میں ہرگز حاصل نہ تھا۔

اسپتال کھولنا اور دوائیں بہم پہنچانا تبلیغِ مذہب کا خاص ذریعہ بنایا۔ چناں چہ اشوک کا یہ دعوا بے جا نہیں معلوم ہوتا ہے کہ "دیوتاؤں کے پیارے کے نزدیک سب سے بڑی فتح دھرم کی فتح ہے اور یہ فتح دیوتاؤں کے پیارے نے اپنے مُلک، نیز سرحدی مُلکوں میں، چھ سو یوجن تک حاصل کرلی ہے۔" اور نہ اِن تمام ذرائع کے اختیار کرنے کے بعد اس کا یہ کہنا مبالغہ آمیز محسوس ہوتا ہے کہ "اُن ممالک میں بھی جہاں دیوتاؤں کے پیارے کے سفرا نہیں جاتے لوگوں نے دیوتاؤں کے پیارے کی دھرم کے بارے میں تعلیمات اور اُس کے اصول سُن سُنا کر اُن پر عمل کرنا شروع کردیا ہے۔ اور کرتے رہیں گے۔"

دھرم کی اخلاقی تعلیمات کا رواج پا جانا اور اِن کا تمام مہذّب ممالک میں عام ہوجانا کوئی تعجب خیز بات اس وقت اور بھی نہیں محسوس ہوتی جب ہم یہ صریح طور پر دیکھتے ہیں۔ کہ ان تعلیمات کا اثر عیسائیت اور بعد کے آنے والے تمام مذاہب پر بڑی حد تک اب بھی موجود ہے۔

چوتھا باب

"تہذیب و تمدّن"

سماجی حالت اشوک کے زمانے کی سماجی حالت بالتفصیل تو نہیں معلوم ہوسکتی لیکن انھی کتبوں سے بہت کچھ اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہی۔ ان کے دیکھنے سے سب سے پہلی بات جو ہمیں معلوم ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ اُس وقت چار مذہبوں کا سب سے زیادہ اثر تھا۔ اشوک ان کے لیے برہمن۔ اجیوک۔ سنگھ اور نرگنتھ کا لفظ استعمال کرتا ہی۔ برہمن تو یقینی شیو اور وشنو کے پُجاری، ویدوں کے ماننے والے تھے جو گوشت کھاتے اور قُربانیاں کرتے تھے۔ سنگھ سے مُراد بُدھ سنگھ ہی ان میں گرہست بھی تھے اور راہب بھی۔ ان راہبوں میں مرد، عورت دونوں جنسوں کے لوگ تھے۔ اِن میں فرق کرنے کے لیے ان کو بھکشو اور بھکشنی کہتے تھے۔

برہمنوں کے مختلف مندر تھے جن میں وہ اپنے دیوتاؤں کو پوجتے تھے۔ اِن دیوتاؤں کی مورتیاں اب بننے لگی تھیں اور بازاروں میں بِکتی تھیں۔ بلکہ چندرگپت موریا کے زمانے ہی سے حکومت بُت تراشوں کی سرپرستی کرتی تھی اور ماہرینِ فن سے مورتیاں تیّار کراکے بُت فروشی کے فرائض بھی انجام دیتی تھی۔

مورخین اشوک کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب اِس نے

دھرم پھیلانے کے لیے مختلف طرح کے جلوس نکالے، مناظر دکھائے اور شبیہیں وغیرہ تیار کرائیں تو اُسی وقت سے اُس نے دیوتاؤں کی مورتیاں بھی بنوا بنوا کر بیچنا شروع کیں اور اِس ذریعے سے حکومت کی خاصی آمدنی بڑھالی۔ جس طرح برہمنوں کے مندر ہوتے تھے اسی طرح بُدھ مت کے ماننے والوں کی بھی مقدّس عمارتیں ہوتی تھیں۔ اُن کی تفصیل مولانا غلام یزدانی ڈائرکٹر محکمۂ آثارِ قدیمہ حیدر آباد دکن کی زبان سے سُنیئے[1] وہ فرماتے ہیں

بُدھ عمارتیں

یہ عمارتیں تین قسم کی ہیں۔ اوّل استوپا ہے، ابتدا میں وہ مدوّر مدفن تھے جہاں بُدھ کی ہڈیاں یا دانت وغیرہ بطورِ یادگار دفن کیے گئے تھے۔ اور جو بعد میں پرستش گاہ بن گئے۔ اِستوپا کی ابتدا ہیئت کے لحاظ سے زمانۂ ماقبل تاریخ کی قبور سی معلوم ہوتی ہے۔ جن کو کیرن[2] کہا جاتا ہے۔ کیوں کہ کیرن کے وسط میں بھی مٹّی کا ایک مدوّر تودہ ہوتا ہے اور چاروں طرف بڑے بڑے پتھّر نصب ہوتے ہیں۔ استوپا میں صرف اتنا فرق ہے کہ مدوّر مٹّی کے ڈھیر کو اینٹوں یا پتھّروں سے محصور کر دیتے ہیں اور اِرد گِرد بڑے بڑے پتھّروں کی جگہ سنگین کٹہرے بنا دیے جاتے ہیں۔ بُدھ مت کی دوسری قسم کی مقدّس عمارتیں چتیا (Chaitya) کہلاتی ہیں۔ یہ خالص عبادت گاہیں ہیں۔ اور اِن میں سرہانے کی جانب اُستوپا کی ہیئت پرستش کے

---

[1] "ہندستان کے آثارِ قدیمہ پر ایک اجمالی نظر" مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

[2] Cairn

لیے ہوتی ہے۔ چیتیاؤں کا سطحی نقشہ یورپ کے قدیم مندروں سے جن کو بسے لیکا (Bacilica) کہتے ہیں، ملتا جلتا ہے یعنی پچھلا حصّہ مدوّر ہوتا ہے اور سامنے کا حصّہ مستطیل۔ بُدھ مت چیتیا کے اور یورپ کی قدیم عبادت گاہوں کے سطحی نقشوں کا ماخذ بحرِ روم کے قدیم معابد کے نقشے ہیں۔ یہ معابد حال میں مالٹا میں دریافت ہوئے ہیں اور سطحی نقشے کے لحاظ سے ان کے دو حصّے ہیں، ایک حصّہ جو بتوں کے لیے مخصوص تھا اور دارالاصنام یا خانۂ خدا کہلاتا تھا مربّع ہے۔ اور دوسرا حصّہ جو مذبح کہلاتا تھا نیم دائرے کی شکل میں ہے یا قوس نما ہے۔ اور چوں کہ دونوں حصّے ایک دوسرے سے ملحق ہیں اس لیے بسے لیکا کے سطحی نقشے کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو، کہ مسلمانوں کے خانۂ خدا یعنی کعبہ کا سطحی نقشہ بھی یہی ہے۔ یعنی حطیم جو کسی زمانے میں مذبح ہوگا نیم دائرے کی شکل میں ہے اور کعبہ مستطیل، اور دونوں مل کر مالٹا کے قدیم معابد سے مشابہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح مسلمانوں کے کعبہ کو بیتِ عتیق یعنی خدا کا سب میں پُرانا گھر سمجھنا بالکل بجا اور درست ہے۔ خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا دراوڑی نسل کے لوگوں کا چوں کہ ابتدائی مسکن بحیرۂ روم کے ساحل کے ممالک تھے اس لیے ان کا اس قسم کے معابد سے واقف ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اور بُدھ مت کے پیرووں میں بھی چوں کہ دراوڑی نسل کے لوگوں کا عنصر غالب تھا اس لیے چیتیا کا سطحی نقشہ بحیرۂ روم کے قدیم معابد سے مماثل ہونا قرینِ قیاس ہے۔

بُدھ مت کی تیسری قسم کی مقدّس عمارتیں وِہار یعنی خانقاہ کہلاتی ہیں۔ ان کی ہیئت عام طور سے یہ ہے کہ بیچ میں ایک مربّع جگہ بیٹھنے کے لیے ہوتی ہے اور چاروں طرف بھکشوؤں کے رہنے اور مراقبے وغیرہ کے لیے حُجرے۔ بعد میں سرہانے کی جانب ایک حُجرے میں بُدھ کی صورت بھی ہوتی تھی تاکہ بِھکشوؤں کو توجہ اور استغراق میں مدد ملے۔"

بُدھ مت پر دوسرے مذاہب کے اثرات

بُدھ مت کے یہ استوپ اشوک کے زمانے میں صرف بُدھ کی ہڈیوں کے مدفن ہونے تک محدُود نہ تھے بلکہ اب دوسرے بُدھ اور بُدھ پیرووں کی ہڈیاں بھی اس طرح کی یادگاریں قائم کرنے کی مستحق سمجھی جانے لگی تھیں۔ چناں چہ خود اشوک نے نگلیوا میں کنکان بدھ کے استوپ کی زیارت کے بعد اس کی عمارت میں توسیع کی۔ اِسی امر سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ بُدھ مت میں اشوک کے زمانے تک کافی تبدیلیاں ہوگئی تھیں۔ نہ صرف یہ ہُوا تھا کہ مہاتما بُدھ کے علاوہ دوسرے بُدھ بھی پُوجے جانے لگے تھے بلکہ گناہ ثواب اور جنّت کا خیال بھی بُدھ کے مذہب میں بڑھ چُکا تھا۔ اشوک نے بار بار ان الفاظ کا استعمال کیا ہے اور 'نروان' کا لفظ نہ استعمال کر کے "آخرت" اور "دوسری دنیا" کے سے الفاظ پر زور دِیا ہے۔ اشوک نے اپنے کتبوں میں کہیں بھی جہنّم کا لفظ نہیں استعمال کیا ہے۔ اور نہ وہاں کی عقوبتوں سے ڈرایا ہے، لیکن روایتوں میں اس کے متعلق تواتر سے یہ آیا ہے کہ اُس نے

خود ایک جہنّم تیّار کیا تھا جہاں طرح طرح کی سزائیں ایجاد کی جاتی تھیں۔ اور ہوان سانگ نے اپنے دورانِ سفر میں اِس مقام کا ذِکر کیا ہی جہاں یہ عمارت اشوک کے زمانے میں استادہ تھی اور جس کے آثار اِس چینی سیاح نے بہ چشمِ خود دیکھے تھے۔ اگر اِس جہنّم کی تعمیر مشکوک بھی مان لی جائے تو بھی اِس امر سے اِنکار نہیں کیا جاسکتا ہی کہ جہنّم کا تخیّل بھی بُدھ مذہب میں اشوک کے زمانے میں داخل ہوچکا تھا۔ اور اِس طرح بُدھ مت آہستہ آہستہ بہت کچھ اپنی اصلی صورت بدل چکا تھا۔

تیسرا مذہب نِرگنتھ ہی۔ یہ اُس مت کا نام ہی جسے ہم جَین دھرم کہتے ہیں۔ یہ مذہب اَہنسا پر حد سے زیادہ زور دیتا تھا اور لذاتِ دنیا سے پرہیز کرکے "موکش" یا نجات حاصل کرنے کا قائل تھا۔ اشوک کے زمانے میں ہندستان میں جینیوں کی یقینی کافی تعداد ہوگی۔ اِس لیے کہ اشوک کا دادا چندرگپت موریا آخر عمر میں اِس مذہب کا پیرو ہوگیا تھا اور اشوک کے دھرم میں بھی بعض مقامات پر جینی اثر صاف ظاہر ہی۔ مثلاً یہ حکم کہ گیہوں، جو اور دوسرے غلّے کا چھلکا جلانے کے کام میں نہ لایا جائے اِس لیے کہ شاید اِس میں کیڑے پڑگئے ہوں اور جل جائیں" صاف صاف جینی ممنوعات میں سے ہی۔

چوتھا مذہبی گروہ جس کا اشوک ذِکر کرتا ہی وہ اَجیوک تھے۔ اجیوک کے بارے میں ہمیں صِرف اتنا پتا چلتا ہی کہ وہ دو فرقوں میں تقسیم تھے۔ ایک تو برہمنی اور دوسرے غیر برہمنی۔

اِن دونوں فِرقوں میں فرق کرنا بہت ہی مُشکل ہے۔ بعض موّرخین کا خیال ہے کہ جینیوں کی طرح اجیوک بھی اہنسا کے قائل تھے۔ لیکن اس کے کافی ثبوت موجود ہیں کہ اجیوک گوشت کھاتے تھے اور تقریباً اس طرح کی زندگی بسر کرتے تھے جس طرز کی آج کل کے سادھو کرتے ہیں۔ اِنھی برہمنی اجیوکوں کے لیے اشوک نے باراہار کے وہ غار تیار کرائے تھے جن کی صنعت پر آج بھی دنیا انگشت بہ دنداں ہے۔ بس اِسی سے سمجھیے کہ اب بھی غاروں کی "دیواروں کی جِلا اِس غضب کی ہے کہ ہاتھ رکھیے سے پھسلتا ہے۔"[۱]

اِن تمام مذاہب کو بہ غور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اصوُل فلسفے پر مبنی تھے اور یہ سب بہت ہی ترقّی یافتہ اور مُہذّب تھے۔ اخلاقی حیثیت سے بھی ان کا درجہ کافی بلند تھا، اس لیے کہ وہ اصوُل جنھیں اشوک دھرم کے نام سے موسُوم کرتا ہے، اِن تمام مذاہب میں یکساں طور پر پائے جاتے تھے اور ان میں سے ہر ایک میں کسی نہ کسی منزل پر ایک طرح کی اہنسا کی تعلیم دی گئی تھی۔ اشوک ان تمام مذاہب کے ساتھ رواداری ہی نہ برتتا تھا، بلکہ ہر ایک کی سرپرستی کرتا تھا۔ اِس کے ہر کتبے میں برہمن اور سرامن کی خبر گیری کا حُکم موجوُد ہے۔ آخرالذِکر لفظ کا اطلاق ان تمام مذہبی پیشواؤں پر ہوتا تھا جو ویدوں کے مذاہب کے علاوہ دُوسرے مذاہب کی تعلیم دیتے تھے۔ مثلاً بُدھ، جین، اجیوک یا کوئی اور ایسا

---

[۱] ۔ "ہندُستان کے آثارِ قدیمہ پر ایک اجمالی نظر"

مذہب جس کا نام تک ہمیں اب امتدادِ زمانہ کی وجہ سے معلوم نہیں۔ انھی کتبوں سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مذہبی مناظروں کا بڑا چرچا تھا۔ اور لوگ اپنے مذہب کی تعریف کرتے کرتے دوسروں کی تضحیک پر اُتر آتے تھے۔ اشوک اِس امر کو بہت بُرا جانتا ہے۔ وہ اِسے تعصب کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہر ایک کو اپنے مذہب کے اصول اور اچھی باتیں صرف زبان ہی سے نہ بیان کرنا چاہییں بلکہ ان پر عمل بھی کرنا چاہیے۔ اسی کے ساتھ دوسرے مذہب کے ماننے والوں کی دل آزاری نہ کرنا چاہیے بلکہ ان کے مذہب کے اُصول و عقائد سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

خدا کے وجود کا اشوک غالباً قائل نہ تھا

اِسی سلسلے میں یہ امر بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ باوجود اِس قدر مذہبی ہونے کے اشوک خدا کا قائل معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ مذکور ہوا وہ اپنے کتبوں میں ثواب و گناہ جنّت اور دوسری دُنیا کے سے الفاظ استعمال کرتا ہے، وہ دیوتاؤں کا بھی ذِکر کرتا ہے، مگر وہ بھولے سے بھی خدا کا لفظ استعمال نہیں کرتا۔ مورخین کا خیال یہ ہے کہ اِس زمانے میں "کرم" یعنی فلسفۂ تناسخ کا اِس قدر چرچا تھا کہ ہندستان کے تمام مذاہب انسانی کِردار ہی کو مصیبتوں اور خوشیوں کا ذمّے دار سمجھتے تھے اور اِسی سبب آواگون یا تناسخ صرف بُدھ اور جَین مت ہی تک محدود نہ تھا بلکہ برہمنی مذاہب کا بھی جزوِ خاص بن گیا تھا۔ پروفیسر بھنڈارکر کا خیال ہے کہ "بھگتی مارگ" کا فلسفہ، جس نے سب سے بڑی روح یا خدا کی پرستش

وسیلۂ نجات و فلاح بتایا، اشوک کے بعد وجود میں آیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اشوک نے اِس مسئلے میں خاموشی اختیار کی ہو اور اپنے کتبوں میں خدا کے لفظ کے استعمال کی ضرورت نہیں سمجھی۔

عِلمی مرکز اِس زمانے کی عِلمی چہل پہل کا مرکز بُدھوں کی خانقاہیں اور اجیوکوں کے غار اور مٹھ تھے۔ اُمرا اور شرفا انھی مقامات پر تعلیم حاصِل کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے لیکن عوام بھی عِلم کے برکات سے محرُوم نہ تھے۔ تعلیم یقینی عام تھی اور عام طور سے لوگ پڑھنا لکھنا جانتے تھے، ورنہ اشوک نے لاٹھوں اور پتھروں پر کتبے کندہ نہ کرائے ہوتے۔ یہ قیاس بھی غلط نہ ہوگا کہ عوام کے پڑھانے کے لیے مملکت میں بہ کثرت ایسے پاٹھ شالے اور مدرسے رہے ہوں گے، جہاں ہر شخص کو اتنا پڑھنا لکھنا ضرور سِکھا دیا جاتا ہوگا کہ وہ خواہ کسی حصۂ ملک کا رہنے والا ہو مگر پالی زبان میں لکھے ہوئے شاہی احکام کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ یہ خیال بھی غلط نہ ہوگا کہ پالی نے پورے ہندُستان کی عام زبان ہونے کا درجہ حاصل کرلیا تھا۔ اور وہ مدرسے میں طلبہ کو باقاعدہ طوَر پر ثانوی زبان کی حیثیت سے ہر حصۂ ملک میں پڑھائی جاتی ہوگی۔ اس لیے کہ اشوک کے تمام کتبے اسی زبان میں ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر دکھن اور پنجاب و سرحد کے رہنے والے یکساں طوَر پر اِس زبان سے واقف نہ ہوتے تو یہ کتبے ان مقامات کی زبان میں کندہ کرائے جاتے جہاں وہ استادہ کرائے گئے تھے نہ کہ پالی میں۔

گھریلو زندگی مذہبی پیشواؤں کو جس طرح برہمن و سرامن کتبوں میں کہا گیا ہے اسی طرح گھریلو زندگی بسر کرنے والوں کو گرہست اور کہیں کہیں وَیش کہا گیا ہے۔ شودر کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ البتہ مزدوروں کے لیے "بھرتک" اور غلاموں کے لیے "داس" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور ان کے ساتھ خاص مراعات برتنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ہم اِن کتبوں کو دیکھنے سے جس نتیجے پر پہنچتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس طرح اس میں شک نہیں کہ اشوک کے زمانے میں بھی غلامی پورے طور پر رائج تھی اِسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ اُس وقت تک ذات پات کے خیال نے اِس قدر سختی سے مستقل صورتیں اختیار نہ کرلی تھیں جتنی کہ مسلمانوں کی آمد کے بعد اس بدقسمت ملک کی خصوصیت بن گئی۔ بہ ظاہر اِس تفریق کے مٹانے میں بُدھ مت کا سب سے زیادہ ہاتھ تھا۔

کتبوں سے خاندانی زندگیوں کے متعلق بھی جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ بالکل ویسی ہی ہیں جیسی آج بھی ہندو گھرانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ماں باپ کی اطاعت، بزرگوں کی عزت، اُستادوں کی تعظیم، "گُرو کا آدر" ہر نوجوان کا فریضہ تھا۔ بوڑھوں، مفلسوں، اور مفلوجوں کی خبرگیری لازمی تھی۔ ملازموں، متعلقوں اور کنیزوں غلاموں سے اچھے برتاؤ کا حکم تھا۔ جانوروں تک سے بہ انسانیت پیش آنے کی تاکید تھی۔ لیکن آخرالذکر کے بارے میں جو ممنوعات کی فہرست دی گئی ہے اس سے یہ بھی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ

اِس زمانے میں بھی مخصوص جانور داغے اور آختہ کیے جاتے تھے اور اِس سلسلے میں تعجب خیز بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ مُرغ اِس زمانے میں آختہ کیے جاتے تھے اِس لیے کہ اِن کو خاص ایام میں جنسی نعمات سے محروم کرنے کی اشوک نے سختی سے ممانعت کی ہے۔

روزانہ زندگی کے سلسلے میں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اِس زمانے کے لوگ بہت زیادہ رسمیں بجا لاتے تھے اور مثل موجودہ ہندُستان کے اِس وقت بھی یہ ملک اِس بُری عادت کا آماج گاہ تھا۔ اشوک اپنے سنگی کتبے نمبر ۹ میں صاف صاف لکھتا ہے:۔

"مصیبت کے وقت، شادیوں میں پیدائش میں اور سفر میں لوگ طرح طرح کی رسمیں کرتے ہیں۔ ایسے اوقات میں عورتیں بعض فضول اور بے کار رسمیں کرتی ہیں۔ رسمیں بے شک بجا لانی چاہییں مگر ایسی بے کار رسموں کا کوئی نتیجہ نہیں"

چناں چہ بادشاہ نے یہ حُکم دیا کہ اِن رسموں کو ترک کر کے دھرم پر عمل کیا جائے کیوں کہ دھرم سے غیر متعلق تمام رسمیں قابلِ وثوق نہیں ہیں۔ وہ ہوسکتا ہے کہ اُن سے مقصد پُورا ہو یا نہ ہو۔ پھر یہ مقصد بھی دُنیادی ہوگا مگر دھرم کی رسم وقت کی قید سے آزاد ہے۔ اگر دھرم کی کوئی رسم اِس دُنیا میں نہیں اثر کرتی تو بھی اُس دنیا میں اُس سے بے پایاں مرتبہ حاصل ہوتا ہے"

دیکھیے کتنی مضبوط دلیل دی ہے۔ رسوم بجا لانے سے مقاصدِ دُنیوی کے پُورے ہونے کی مشکوک امید کی جا سکتی ہے۔ مگر

دھرم کی پابندی سے مُرادیں ہی بر نہیں آتی ہیں۔ بلکہ دوسری دُنیا میں اَبدی مدارج کے حصول کا یقین ہوجاتا ہی۔

گرہستیوں پر یہ بھی فرض تھا کہ اُن لوگوں کی خاطر مدارات کریں جو تارک الدنیا ہوگئے ہیں اور جنھوں نے تلاشِ نجات میں گھر بار چھوڑ دیا ہی۔ اِس سلسلے میں یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ اِس طرح کے راہبوں کی ایک بہت بڑی تعداد اُس وقت مُلک میں موجود رہی ہوگی۔ مادّی حیثیت سے بےکاروں کی اس قدر تعداد بڑھانے پر جتنا بھی افسوس کیا جائے وہ بجا ہی۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ ماننا پڑے گا کہ اس طرح کے لوگوں کی زیادتی مُلک کے روحانی معیار کے بلندی کی دلیل ہی۔ یہ راہب اور سنیاسی صِرف اپنی ہی ذات کی فکر میں نہ رہتے تھے بلکہ اُن میں سے اکثر تعلیم کو عام بناتے تھے۔ مذہب اور دھرم کے اصول کی تبلیغ کرتے تھے۔ اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر دور دور کے مُلکوں کا سفر کرتے تھے۔ اِن کے اِس سفر سے یہ نتیجہ بھی نکالنا غلط نہ ہوگا کہ خشکی اور تری کے سفر میں اس زمانے میں کوئی مذہبی حکم مانع نہ تھا۔ اور نہ دوسرے ممالک سے واپسی کے بعد "پراسچت" کی ضرورت پڑتی تھی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ کھانے پینے اور شادی بیاہ میں بھی زیادہ پابندیاں نہ تھیں۔ دوسرے ممالک کے لوگ تبدیلِ مذہب کے بعد ہندُستانیوں میں گھُل مِل جاتے تھے۔ چناں چہ اشوک کے زمانے کے بُدھ مبلغین میں ایک یونانی کا نام بھی مِلتا ہی جو دھرم رکِستا کے خطاب سے ملقب کرکے مغربی ممالک کی تبلیغ کے

لیے بھیجا گیا تھا۔

کھانے پینے کی چیزیں

ہندستانی سوسائٹی میں کھانے پینے کی چیزوں پر بڑی پابندیاں ہمیشہ سے عائد رہی ہیں۔ یہاں برابر اس کی چھان بین رہتی ہے کہ شاستروں نے کون سی غذائیں جائز کی ہیں اور کون سی ناجائز۔ اشوک نے بھی غالباً اسی لیے دھرم کی تفصیلات میں ایک ایسی فہرست کا شمول ضروری سمجھا جس میں بعض جانوروں کا کاٹنا اور کھانا قطعی ممنوع کردیا۔ اِس فہرست کا اگر دھرم شاستروں میں دی ہوئی فہرستوں سے مقابلہ کیا جائے تو ہم کو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اکثر جانور ایسے ہیں جن کا گوشت شاستروں میں جائز ہے مگر اشوک نے انھیں پہلی دفعہ ممنوع کردیا اور مور کی طرح کے بعض پرند ایسے بھی ہیں جو شاستر میں ممنوع ہیں مگر جنھیں اشوک نے جائز قرار دے دیا ہے[۱]۔ یہیں سے یہ نتیجہ نکالنا بھی غلط نہ ہوگا کہ ترکِ لحم کی طرف عام رجحان جین اور بدھ مذہب کے اثرات میں سے ہے اور اس چیز نے سپاہی پیشہ افراد کو، جن کی مرغوب ترین غذا گوشت تھی، ان مذاہب سے ناراضگی پر بہت حد تک آمادہ کیا اور انھی لوگوں نے شہنشاہی سرپرستوں کے ختم ہوتے ہی اِن مذاہب کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کیا۔

عورتوں کا درجہ

سوسائٹی میں عورتوں کا کیا درجہ تھا؟ اِس کے بارے میں بھی تھوڑا بہت انھی کتبوں سے

---

[۱]۔ "اشوک" مصنفہ بھنڈارکر صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۱

معلوم ہوتا ہے۔ اِن میں تعلیم کا رواج ضرور تھا، لیکن اسی کے ساتھ توہّم پرستی کا بھی زور تھا۔ اس لیے کہ وہ بہت سی رسموں کی پابند تھیں اور انھیں جزوِ مذہب سمجھتی تھیں۔ البتہ اُن میں سے جو بُدھ مذہب کی پیرو تھیں وہ مردوں کی طرح تارک الدُّنیا ہوکر راہبہ بن سکتی تھیں۔ راہبات کی خانقاہیں راہبوں سے الگ تھیں۔ راہبہ پردہ نہ کرتی تھیں لیکن وہ عام طور سے مردوں کے مجمع سے پرہیز کرتی تھیں۔

سخت پردہ

عورتیں خاص کر شرفا کی خواتین سخت پردہ کرتی تھیں چوں کہ یہ خیال عام ہوگیا ہے کہ پردے کی رسم مسلمان حملہ آور ہندستان میں اپنے ساتھ لائے اور اُن کے پہلے اِس رسم کا اس مُلک میں وجود نہ تھا اِس لیے اِس موقع پر پروفیسر بھنڈارکر کے سے فاضل سنسکرت و پالی کی رائے دِلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ وہ اپنی موقر تصنیف "اشوک" کے صفحہ ۱۸۱ پر فرماتے ہیں:-

"یہ عام طور پر یقین کرلیا گیا ہے کہ ہندِ قدیم میں عورتوں کا پردے میں رکھنا نامعلوم تھا اور یہ رسم اِس مُلک میں مسلمانوں نے جاری کی، لیکن اس سے زیادہ بڑی غلطی ناممکن ہے۔ بھاس اور کالی داس کے ڈرامے پڑھنے سے اس میں ذرا بھی شک نہیں رہ جاتا کہ ان کے زمانے میں پردہ کیا جاتا تھا، اِس خیال کی اور زیادہ تصدیق تیسری صدی عیسوی کے وات سیان کی (کتاب) کام سُوتر سے ہوتی ہے۔

لیکن اِس رسم کی پابندی کا پتا حضرتِ عیسیٰ کی پیدائش سے بہت پہلے تک چلتا ہی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اشوک اپنے "اورودھن" کا ذِکر کرتا ہی جس کے معنی ہیں "بند زنان خانہ" اور اِسی سے مِلتی جُلتی ہوئی ارتھ شاستر میں مذکور "انتا پراہ" یا حرم سرا ہی، جس کے بارے میں کوٹلیا نے نہ صرف یہی ہدایت کی ہی کہ وہ کیوں کر بنائی جائے، بلکہ یہ بھی بتایا ہی کہ باہر والوں سے اس کی کیوں کر حفاظت کی جائے۔ پھر رامائن میں عورتوں کو پردے میں رکھنے کی رسم کی طرف متعدد اشارے موجود ہیں۔ لیکن قدیم ترین حوالہ جو اِس رسم کا مِلتا ہی وہ پانینی (۳۶، ۲-۳) میں ہی، جہاں "اُسوریم پاسیا" کا لفظ استعمال کیا گیا ہی، اور جس کی تفسیر کاسیکا میں "اُسوریم پاسیا راج وا آہ" کی گئی ہی یعنی "وہ جو سورج کو نہیں دیکھتی ہیں، یعنی بادشاہوں کی بیویاں" اگر کاسکا نے یہ بات بہ طور ان امثال کے نمونے کی پیش کی ہی جو قدیم زمانے سے چلی آتی ہیں، تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ پانینی کے زمانے میں بادشاہوں کی حرم سرا میں ان کی بیویاں اِس طرح سختی سے بند کی جاتی تھیں کہ انھیں سورج کے دیکھنے تک کا موقع نہ مِلتا تھا۔"
غرض خواہ عوام میں آج کی طرح اِس رسم کا رواج نہ رہا ہو لیکن رؤسا اور امرا میں بہت ہی سخت قِسم کا پردہ تھا۔ اِسی طبقے میں تعدّد ازدواج کا بھی رواج تھا۔ خود اشوک کی متعدد بیویاں تھیں

اور کثیر التعداد حرم۔ اِسی کے ساتھ یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اشوک نے اپنے کتبوں میں بیویوں کی اولاد اور حرم کی اولاد میں فرق کیا ہے۔ وہ اوّل الذّکر کے لیے "راج کمار" کا لفظ استعمال کرتا ہے اور حرم کے بطن سے جو لڑکے ہیں ان کے لیے صرف "دوسری رانیوں کے بیٹے" کہنا کافی سمجھتا ہے۔ گویا وہ اس طرح طبقوں کے فرق کو ظاہر کر دیتا ہے اور ان تعلقات پر بھی روشنی ڈالتا ہے جو اس میں اور اِن کی ماؤں میں تھا۔

جہاں تک عورتوں کے زیورات اور لباس کا تعلق ہے اس زمانے کی نیز اس کے بعد کی سنگی تصویروں سے یہ امر ظاہر ہے کہ زنانہ لباس مختلف اعضا کو چھپانے کی جگہ نمودِ حُسن کا آلہ تھا —— زیورات مرصّع اور جواہر نگار تھے اور اُن کے پہننے میں خاصا اہتمام اور خاصی نمایش، دونوں باتیں ظاہر ہیں۔

علوم و فنون معاشرت کی تصویر اس وقت تک مکمّل نہیں سمجھی جا سکتی، جب تک ہم اُس زمانے کے علوم و فنون، صنعت و حرفت کا بھی ذِکر نہ کرلیں۔ لٰہذا اِن پر بھی ایک اجمالی نظر ضروری معلوم ہوتی ہے۔

جہاں تک علوم کا تعلّق ہے اشوک کے زمانے میں کسی موضوع پر کوئی مستند کتاب نہیں لکھی گئی ہے[۱]۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ اِس زمانے کے مذہبی لوگ بڑے مفکّر اور عالِم تھے۔ بُدھ کے

---

[۱] ۔ پروفیسر وس ڈیوس مشہور پالی کتاب "کتھاوتھو" کو اشوک کے زمانے کی تصنیف بتاتے ہیں۔ مگر دوسرے صاحبانِ علم اِس رائے سے اتفاق نہیں کرتے۔

دقیق فلسفے کو سمجھنے اور سمجھانے والے کافی تعداد میں موجود تھے۔ وہ صرف مملکتِ ہند ہی میں دَورہ کرکے دُوسرے مذہب والوں کو تبدیلِ مذہب پر مائل نہ کرتے تھے، بلکہ ایسے غیر ممالک میں بھی کام یاب تبلیغ کے فرائض ادا کرتے تھے جو اُس وقت علوم کا سرچشمہ تھے۔ پھر جینی مادّیین کا گروہ بھی کسی طرح غافل نہ تھا۔ اِن کے ہاں بھی تعلیم و تبلیغ کا سِلسلہ چل رہا تھا، اجیوک فلسفی علاحدہ اپنے نظریوں کے پرچار میں مشغول تھے۔ مناظرے و مباحثے جاری تھے۔ اصُول کی بحثیں ہوتی تھیں اور فروعات پر ردّ و قدح کی جاتی تھی۔ عِلم کے اِن چشموں سے جو مختلف مذاہب کی درس گاہوں سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہے تھے سارا مُلک سیراب ہوتا تھا اور عِلم و عمل کے چرچے سے ساری فضا گونجتی رہتی تھی۔

اِن تمام کاموں میں عوام کی دِل چسپی اِس لیے تھی کہ جو کچھ ہو رہا تھا وہ اسی زبان میں ہورہا تھا جسے وہ بہ آسانی سمجھ اور پڑھ سکتے تھے۔ اشوک کے سارے کتبے اور اُس زمانے کی ساری تحریرات پالی میں ہیں۔ یہ زبان مختلف صوبوں میں بہت ہی معمولی سے فرق کے ساتھ بالکل عام تھی اور اس کی تحریر کی شان بھی شرقی و مغربی صوبوں کی خاطر برہمنی و گرِدشتی ہو جاتی تھی۔ برہمنی طرزِ تحریر میں سنسکرت کی طرح بائیں جانب سے لکھنا ہوتا تھا لیکن گرِدشتی تحریر عربی و فارسی کی طرح داہنی جانب سے لکھی جاتی تھی۔ اشوک کے مغربی سرحد کے

پالی داہنی اور بائیں جانب دونوں طرف سے لکھی جاتی تھی

کتبے کرُدشتی ڈھنگ میں لکھے گئے ہیں اور مشرقی، برہمنی ڈھنگ سے۔ صوبوں کی زبانوں کا اختلاف بھی انھی کتبوں سے ظاہر ہو، اِس لیے کہ ہر صوبے کے کتبے میں کچھ نہ کچھ الفاظ بدل دیے گئے ہیں۔

سنگ تراشی اور انجنیرنگ کا کمال

یہ امر یقینی ہو کہ خواہ تمام علوم نے اشوک کے زمانے میں بہت زیادہ ترقی نہ کی ہو، لیکن طب اور انجنیرنگ اپنے کمال پر پہنچ گئی تھیں اشوک کا اسپتالوں کے قیام میں اہتمام اِس امر کا شاہد ہو کہ معالج بہتر سے بہتر موجود تھے اور وہ بھی ایسے جو صرف انسانوں ہی کے عِلم الابدان سے واقف نہ تھے بلکہ جانوروں کے علاج میں بھی ماہر تھے۔ پھر جگہ جگہ سے جڑی بوٹیوں کا منگانا یہ بتاتا ہو کہ عِلمِ نباتات کے جاننے والے بھی کافی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ ہمیں ماننا پڑے گا کہ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی کہ مُلک میں اِن علوم کے ایسے ایسے ماہر موجود تھے کہ وہ غیر مُلکوں میں جاکر اپنا سِکّہ جما لیتے تھے اور حکماے یونان و مِصر اُن کا لوہا مانتے تھے۔

جہاں تک سنگ تراشی اور انجنیرنگ کا تعلق ہو اُس زمانے کے مہذب ممالک میں سواے مصر و یونان کے شاید ہی کوئی ملک ہندُستان کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ پتھروں پر مختلف کتبوں کا کھودنا کوئی آسان کام نہیں۔ نہ کہ اِس مشکل کام کو اس طرح انجام دینا کہ انھیں بقاے دوام کی سند مِل جائے اور زمانے کے مِٹا دینے والے ہاتھ بھی انھیں نہ بگاڑ سکیں، یہ ایک حیرت انگیز

کارنامہ ہے۔ پھر لاٹھوں کا جن میں سے بعض پچاس فیٹ کے قریب بلند ہیں۔ پہاڑوں سے کاٹنا ان کا سڈول کرنا اور اُن پر اس طرح کا مسالہ لگانا کہ آج تک ان کی چمک باقی ہے۔ اِس صنعت کے اعلا ترین درجے پر فائض ہونے کی دلیل ہے۔ ان کے علاوہ اجیوکوں کے لیے بارآبار میں جو غار تیار کیے گئے تھے وہ بھی اس زمانے کی فنِ سنگ تراشی میں کمال کی دلیل ہیں۔ غور تو فرمائیے کہ پہاڑی کے اندر بڑے بڑے ہال تراش کر تیار کیے گئے ہیں اور ان کی دیواروں کو مسالہ لگاکر ایسا چکنا کیا ہے کہ اب بھی اِن کو چھونے سے ہاتھ پھسلتا ہے۔ اِن حُجروں کی تیاری اور اِن بڑی بڑی لاٹھوں کو مرزاپور کی پہاڑیوں میں چُنار سے کاٹ کر دُور دراز حصصِ مُلک میں پہنچانے میں ایسے میکانیکی ذرائع اختیار کرنے پڑے ہوں گے جن کا اُس زمانے میں امکان مشکل معلوم ہوتا ہے۔ سلطان فیروز تغلق نے اِن میں سے دو لاٹھوں کو جب میرٹھ اور توپرا سے دہلی منتقل کیا ہے تو اُسے کیا کیا اہتمام کرنا پڑا ہے، اِسے شمس سراج کی زبان سے سُنیے اور اشوک کے زمانے کے انجنیروں کی کام یاب جاں فشانی کی داد دیجیے۔

فیروز تغلق نے لاٹھ منتقل کی

"خضر آباد، دہلی سے نوّے کوس پر ہے۔ جب سلطان (فیروز تغلق) نے اِس قلعے کا معائنہ فرمایا اور توپرا کے دیہات میں لاٹھ دیکھی تو اُس نے یہ طے فرمایا کہ اِسے دِلّی لے جانا چاہیے اور وہاں اخلاف کے لیے بہ طور یادگار کے نصب کرنا چاہیے۔ اِس امر پر غور

کرنے کے بعد کہ اِس لاٹھ کو نکالنے کی بہترین صورت کیا ہوگی۔ دوآب کے بسنے والوں اور پیدل و سوار سپاہیوں کے نام حکم نامے بھیجے گئے۔ اِن کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اِس کام کے لیے تمام موزوں اوزار و آلات ساتھ لائیں۔ یہ بھی حکم دیا گیا کہ سینبھل روئی کے بڑے بڑے گٹھر جمع کیے جائیں۔ یہ گٹھر لاٹھ کے گرد رکھ دیئے گئے۔ جب اس کی جڑ سے مٹی کھودی گئی تو وہ آہستہ آہستہ اِس نرم بستر پر لیٹ گئی۔ پھر اِس روئی کو آہستہ آہستہ نکال لیا گیا اور یوں کئی دن میں یہ لاٹھ زمین پر بالکل محفوظ طور پر لٹا دی گئی۔ جب لاٹھ کی نیو دیکھی گئی تو سنگ بنیاد کی طرح کا ایک بڑا مربع پتھر ملا۔ اِسے بھی نکال لیا گیا۔

پھر اِس لاٹھ کو شکست و ریخت سے بچانے کے لیے اِسے سرکنڈے اور کھال میں سر سے پانو تک لپیٹ دیا گیا۔ بیالیس پہیوں کی ایک گاڑی تیار کی گئی اور لاٹھ میں رسّے باندھے گئے۔ ہزاروں آدمیوں نے ایک ایک رسّے کو کھینچا اور بڑی محنت و دقت سے لاٹھ کو گاڑی پر رکھا۔ ایک مضبوط رسّا ہر پہیئے میں باندھا گیا اور دو سو آدمی فی رسّا کھینچنے کے لیے مقرر کیے گئے (۴۲ × ۲۰۰ = ۸۴۰۰) اِس طرح ہزاروں آدمیوں کے بہ یک وقت کھینچنے سے یہ گاڑی چلی، یہاں تک کہ وہ جمنا کے کنارے پہنچی۔ یہاں سلطان خود اُسے دیکھنے تشریف لائے۔ بہت سی اتنی بڑی کشتیاں جمع کی گئی تھیں کہ ان میں سے بعض پانچ ہزار، سات ہزار من غلّہ لادتی تھیں، اور جو سب سے چھوٹی تھیں وہ بھی دو ہزار من لاد سکتی تھیں۔ لاٹھ بڑی ہوشیاری سے اِن کشتیوں پر منتقل کی

گئی اور اسے فیروز آباد لایا گیا جہاں سے اسے کشتیوں سے اُتار کر بڑی محنت اور ہوشیاری سے کنشک میں لائے۔

مصنف اس وقت بارہ برس کا تھا اور محترم میر خاں سے درس لیتا تھا۔ جب لاٹھ کنشک میں پہنچ گئی تو اُسے نصب کرنے کے لیے جامع مسجد کے قریب ایک عمارت بننا شروع ہوئی اور اس زمانے کے ماہر ترین معمار اس کام کے لیے مقرر کیے گئے۔ اس عمارت کو پتھر اور چونے سے تعمیر کیا۔ اور اس میں متعدد زینے یا منزلیں بنائیں۔ جب ایک زینہ بن جاتا تو لاٹھ کو اُٹھا کر اس پر رکھ دیتے اس طرح برابر اسے بلند کرتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ اُس بلندی پر پہنچ گئی جو مقصود تھی۔ اس منزل پر پہنچنے کے بعد اُسے سیدھا کرنے کے لیے بہت سی تدبیریں کی گئیں۔ رسّوں کا ایک سرا تو لاٹھ کے سرے پر باندھا گیا اور دوسرا ان چرخیوں میں باندھا گیا جنھیں بہت مضبوط طور پر گاڑ دیا گیا تھا۔ اب یہ چرخیاں گھمائی گئیں اور لاٹھ کوئی آدھ گز بلند کی گئی لکڑی کے موٹے موٹے ٹکڑے اور گندے اور روئی کے گٹھے۔ اُس کے نیچے رکھے گئے تاکہ وہ گر نہ سکے۔ اس طرح درجہ بہ درجہ لاٹھ کو سیدھا کیا گیا۔ اب اُس کے چاروں طرف سنبھالنے کے لیے بڑے بڑے لٹھے اس طرح کھڑے کر دیے گئے کہ باڑ کا ایک پنجرہ سا بن گیا۔ یوں لاٹھ کو بالکل تیر کی طرح سیدھا کھڑا کیا گیا اور وہ مربع پتھر جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اس کے نیچے نصب کیا گیا۔

فیروز تغلق نے اشوک کی صرف تین لاٹھیں منتقل کیں۔ اسے

اِن لاٹھوں کو اِن کے اصلی مُستقر سے ڈیڑھ سو کوس سے زیادہ نہ لے جانا پڑا۔ اور یہ لاٹھیں سب سے بڑی لاٹھیں بھی نہیں تھیں۔ پھر بھی اسے اِس قدر اہتمام و انتظام کی ضرورت پڑی۔ اشوک نے ایسی تقریباً تیس لاٹھیں بنوائی تھیں اور ان میں سے اکثر کو بہت دُور دراز مقامات پر نصب کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اِن لاٹھوں کا کاٹنا، ان کا پہاڑ سے نکالنا، اِن کا ہم وار کرنا اور ان کا دُور دراز مقامات پر لے جانا، اِس امر کو ثابت کرتا ہو کہ اس کے زمانے کے سنگ تراش معمار، اور انجنیر اپنے اپنے فنون کے ایسے ماہر تھے جن کا مثل اُس وقت کی دُنیا مشکل سے پیش کرسکتی تھی!

اشوک نے سنگی عمارتوں کی ابتدا کی

یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہو کہ اشوک کے پہلے ہندُستان میں عمارتیں لکڑی کی بنتی تھیں۔ خود چندرگپت موریا کا محل بھی لکڑی ہی کا تھا۔ آثارِ قدیمہ کے ماہر خصوصی مولانا غلام یزدانی اپنے اِسی لکچر[۱] میں جس کا حوالہ اِس سے پہلے دیا جاچکا ہو اشوک کے اِس کارنامے کو یوں بیان فرماتے ہیں:-

"چندرگپت کے زمانے کی عمارتوں کا حال جہاں تک کہ میگاستھینز کی تحریرات سے معلوم ہوا ہو یا کُھدائی سے جو آثار برآمد ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہو کہ بادشاہ کے محلات اور اہم عمارتیں لکڑی کی ہی بنتی تھیں۔ اور سنگی عمارتوں کا رواج نہ تھا۔

---

[۱]: ہندُستان کے آثارِ قدیمہ پر ایک اجمالی نظر، صفحہ ۱۳ تا ۱۵۔

چندرگپت کے پوتے راجا اشوک کا عہد ہندستان کے آثارِ قدیمہ کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ کیوں کہ اس کے عہد سے سنگی عمارتوں کا آغاز ہوا۔ اشوک کے زمانے کی بہترین یادگار وہ لاٹھیں ہیں جو اُس نے اپنی مملکت میں جا بہ جا قائم کیں۔ اوّل تو یہ لاٹھیں اپنے طول کے لحاظ سے جو چالیس پچاس فٹ تک ہی اس زمانے کے فنِ تعمیر کا عمدہ نمونہ ہیں۔ علاوہ ازیں حیرت ہوتی ہی کہ کس طرح ان کی نقل و حرکت اور نصب کرنے کا انتظام کیا جاتا ہوگا۔ اِن لاٹھوں کو ایسی صفائی سے تراشا گیا ہی کہ سنگ تراشی کے فن میں کمال مشّاقی معلوم ہوتی ہی۔ بعض لاٹھوں کے بالائی حصّے پر جانوروں کی مورتیں اور نقش و نگار بھی ہیں۔ چوں کہ ان میں اور قدیم ایرانی تماثیل اور نقوش میں بے حد مماثلت پائی جاتی ہی اس لیے بعض ماہرین کا خیال ہی کہ لاٹھوں کو ایرانی صناعوں ہی نے بنایا ہوگا۔ اشوک کی مملکت کی وسعت اور بُدھ مت کے عام رواج کے لحاظ سے ایرانی صنّاعوں کا بڑے بڑے تعمیری کاموں میں شریک ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہی۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی رکھنا چاہیے کہ ان ہی نقوش میں بعض ایسی خصوصیات بھی ہیں جو ایران میں نہیں ہیں۔ اِس لیے گمان غالب یہی ہی کہ لاٹھوں کی تعمیر صرف ایرانی لوگوں ہی سے عمل میں نہیں آئی بلکہ اہلِ مُلک بھی اِس میں شریک تھے۔

معماری میں مُلکی و غیر مُلکی اثرات

"لاٹھوں کے علاوہ اِس زمانے کی یادگار باراآبار کے غار اور سارنلھ

کا سنگین کٹہرہ ہے۔ جو ایک ڈال کا تراشا ہوا ہے۔۔۔ ایرانی اثر ثابت کرنے والے اشوک کے کتبوں کو بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ ہنجانشی بادشاہوں کی چٹانوں پر کندہ کیے ہوئے احکام کی نقل ہیں۔ علاوہ ازیں اشوک کے بعض منادات میں زرتشت کے کلام کا بھی انداز پایا جاتا ہے۔

ایرانی اثر سے انکار نہیں کیا جاسکتا، تاہم کافی قرائن موجود ہیں کہ ہندستان میں بہ طورِ خود سنگ تراشی کا فن کافی ترقی کرچکا تھا۔ لیکن ماہرین چوں کہ دراوڑی نسل کے لوگ تھے اِس لیے ابتدا میں مذہب اور رنگ کے قیود کی وجہ سے کوئی اعلا پیمانے پر کام کرنے کا موقع نہیں مِلا۔ اور بُدھ مت کی رواداری نے جب ان کو اپنی مقدس سنگتوں کے آغوش میں لیا تو ان کے کمال کے جوہر چمکے۔ سر جان مارشل کی رائے ہے کہ سنگ تراشی سے زرگری اور ہاتھی دانت پر منبت کاری کی صنعتیں فروغ پاچکی تھیں اور سنگ تراشی میں جو نمونے بھی مِلتے ہیں وہ ان دونوں صنعتوں سے نقل کیے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہندستان کی ابتدائی سنگ تراشی میں ایک قسم کی صفائی اور دیدہ ریزی بھی موجود ہے جو دوسرے مُلکوں کے سنگ تراشی کے نمونوں میں ہم کو نہیں مِلتی۔"

غرض یہ ماننا پڑے گا کہ تیسری صدی قبلِ مسیح کا ہندستان سنگ تراشی نقاشی اور فنِ تعمیر میں آپ اپنا نمونہ ہے اور اشوک کے دھرم نے مُلکیوں اور غیر مُلکیوں، آریہ اور دراوڑوں کو اِس طرح شیر و شکر کردیا تھا کہ اس کی مُملکت کے تمام ماہرین یک دِل ہوکر اِس شہنشاہِ روشن ضمیر کے حکم کی تعمیل کرتے اور اِس کے کارناموں کو سنگ و حجر پر بقائے دوام کا آب و رنگ دے کر ثبت کرتے تھے۔

پانچواں باب

"کتبوں کے مقام اور موضوع"

اشوک کے کتبے چار طرح کے ہیں (۱) وہ جو کسی پہاڑی پر کندہ ہیں۔ (۲) جو کسی پتھر پر کھودے گئے ہیں۔ (۳) جو کسی لاٹھ پر تحریر ہیں (۴) یا جو کسی غار کی دیوار پر کندہ ہیں۔ مورّخین میں آپس میں اس امر پر بڑی بحثیں ہیں کہ ان میں سے کون سے کتبے پہلے وجود میں آئے اور کون سے بعد میں۔ لیکن جمہور کی یہی رائے ہی کہ سب سے پہلے لاٹھیں تیار کرائی گئیں۔ ان کے بعد پہاڑی کتبے اور سب سے آخر میں چھوٹے سنگی کتبے اور غاروں کے کتبے۔[۱]

سنگی کتبے چودہ یہ ایک سلسلے سے کھُدے ہوئے ہیں اور تقریباً ہر مقام پر چند الفاظ کے ردّ و بدل کے ساتھ یک ساں ہیں۔ شمال و مغرب میں یہ کتبے شہباز گڑھی میں ملے۔ یہ مقام ضلع پشاور میں ہی اور شہر پشاور سے چھیالیس میل اتر پورب میں واقع ہی۔ پہاڑی کے ایک ایسے حصّے پر، جو چوبیس فیٹ لمبا۔ دس فیٹ اونچا اور دس فیٹ موٹا ہی۔ بارھویں کتبے کے علاوہ تیرہ کتبے کُھدے ہوے ہیں۔ بارھواں فرمان اس چٹان سے پچاس فیٹ ہٹ کر

---

[۱] - پروفیسر مکرجی سب سے پہلے چھوٹے سنگی کتبوں کو بتاتے ہیں۔ ان کے بعد بڑے سنگی کتبے۔ اور سب سے آخر میں لاٹھوں کو۔

ایک دوسرے پتھر پر کندہ ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آج کل شہباز گڑھی ہوان سانگ کا 'پولوشا' اور سنگ ین کا 'لوشافو' ہے، جو پرانے زمانے میں بدھ تیرتھ گاہ تھا اور اشوک کے عہد میں اس کے ماتحت یونانیوں کا دارالسلطنت۔

دوسرا سلسلہ اِن کتبوں کا مانسہرہ ضلع ہزارا میں ایبٹ آباد سے پندرہ میل شمال میں ملتا ہے۔ یہاں صرف بارہ کتبے ایک سلسلے سے لکھے ہیں۔ یہاں کے تیرھویں اور چودھویں کتبوں کا اب تک پتا نہیں چلا ہے۔ تیسرا سلسلہ ضلع دہرہ دون میں کالسی کے مقام پر ہے۔ کالسی منصوری سے پندرہ میل کے فاصلے پر اُس جگہ واقع ہے، جہاں جمنا میں ٹونس ندی آکر ملتی ہے۔ یہاں جس پتھر پر کتبہ کندہ کیا گیا ہے وہ کافی طور سے برابر نہیں کیا گیا ہے، اِس لیے تحریر خوبصورت نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن یہاں پورے چودہ کتبے سب کندہ ہیں۔ اِس مقام پر بہت سی قدیم عمارتوں کے آثار ملتے ہیں۔ اِن سے یہ پتا چلتا ہے کہ کسی زمانے میں کالسی ایک بڑا شہر تھا۔ عجب نہیں کہ یہ وہی مقام ہو جسے اشوک کے زمانے میں سرگھنا کہتے تھے۔

چوتھا سلسلہ گرنار پہاڑیوں میں ہے۔ یہ مقام جوناگڑھ (کاٹھیاواڑ) سے نصف میل فاصلے پر ہے قدیم ہند میں اِس کا نام گرناگڑھ تھا اور یہ سوراشٹر کا دارالسلطنت تھا۔ یہ شہر شیو کے پجاریوں کی زیارت گاہ تھا اور جینی بھی اِسے ایک مقدس جگہ سمجھتے تھے۔ یہاں بھی پورے چودہ کتبے کھدے ہوئے پائے گئے ہیں۔ اِس مقام پر دو اور کتبے بھی ملتے ہیں۔ ایک تو راجا دودرمن کا ہے۔

اور دوسرا سکندگپت (۴۵۷ء) کا ہے۔ ان دونوں کتبوں میں یہ لکھا ہے کہ اسی مقام پر وہ سودرشن جھیل تھی جسے چندرگپت موریا نے بڑے اہتمام سے تیار کرایا تھا۔ اِن دونوں بادشاہوں نے اِس جھیل کی مرمّت کرا کے اپنے اپنے کتبے نصب کرا دیے۔

بمبئی کے شمال میں ضلع تھانا میں سوپارا مقام پر آٹھویں فرمان کا کچھ حصہ ملا ہے اس سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ یہاں بھی چودہ کتبے موجود تھے، مگر امتدادِ زمانہ نے انھیں برباد کردیا۔ یہ مقام قدیم ہند میں ایک مشہور بندرگاہ تھا اور سوپار کے نام سے اپرانت یا مہراشٹر کا دارالسلطنت تھا۔ مشرقی ہند میں ان کتبوں کی دو نقلیں پائی گئی ہیں، ایک تو دھولی میں۔ دوسرے جوگدا میں۔ دھولی بھونیشور سے سات میل دکھن میں ہے۔ جوگدا (لاکھ کا قلعہ) گنجم سے اٹھارہ میل شمال مغرب میں ہے۔ یہاں یہ کتبے تین پتھروں پہ الگ الگ کندہ ہیں پہلے پتّھر پر پہلے پانچ۔ دوسرے پر چھ سے دس تک اور فرمان نمبر ۱۴ کندہ ہے۔ تیسرے پر صرف کلنگ کے فرمان کندہ ہیں۔ اس مقام پہ فرامین نمبر ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳ اور دھولی میں فرامین نمبر ۱۲۔ ۱۳ نہیں کندہ ہیں۔

کتبوں کے مضمون کا خلاصہ

تمام کتبوں کے ترجمے بعد کے باب میں دے دیے گئے ہیں۔ ایسے ناظرین جنھیں تحقیق سے دِل چسپی ہے وہ ان کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ عام ناظرین کے لیے ان کا اجمالی بیان حسبِ ذیل ہے:۔

۱۔ پہلا فرمان۔ اُن جانوروں کے ذبح اور قربانی کے بارے

میں ہیں جو سرکاری مطبخ میں کاٹے جاتے تھے اور جن کا کاٹنا بعد میں روک دیا گیا۔

۲ - دوسرا فرمان - اس میں وہ کام گنوائے گئے ہیں جو انسانوں اور حیوانوں کو آرام پہنچانے کے لیے کیے گئے ہیں مثلاً کنویں کھدوانا، باغ لگوانا درخت نصب کرانا وغیرہ۔

۳ - تیسرا فرمان - عمّال کو پنج سالہ دورے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ وہ دھرم کی تبلیغ و ترویج کریں۔

۴ - چوتھا فرمان - یہ بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ خود کیوں کر دھرم پر عمل کرتا تھا۔ اور فقیروں، راہبوں، برہمنوں سے کیا سلوک کرتا تھا۔

۵ - پانچواں فرمان - اچھا کام مشکل ہے۔ گناہ آسان ہے۔ اس لیے دھرم مہا ماتر مقرر کیے گئے ہیں اور ان کے فرائض بالتفصیل بتائے گئے ہیں۔

۶ - چھٹا فرمان - حکومت کے فیصلوں میں دیر نہ ہونا چاہیے، اِس لیے بادشاہ ہر وقت اور ہر حالت میں رپوٹیں سُننے اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔

۷ - ساتواں فرمان - اِس میں بھی دھرم کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کے عناصر بتائے گئے ہیں۔

۸ - آٹھواں فرمان - شاہی دوروں کا ذِکر ہے۔ مذہبی دوروں نے تفریحی دوروں کی جگہ لے لی ہے۔

۹ - نواں فرمان - رسوم کو ترک اور دھرم کی پابندی کرنا چاہیے۔

۱۰ - دسواں فرمان - دھرم کی تعریف و ترویج سے متعلق ہے۔ سچی عزّت

دھرم ہی پر دھیان دینے اور عمل کرنے سے مل سکتی ہے۔

۱۱۔ گیارھواں فرمان۔ دھرم ہی کی تعریف و تشریح پر مشتمل ہے۔

۱۲۔ بارھواں فرمان۔ دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری و بے تعصبی کی تعلیم دی گئی ہے۔ جو شخص دوسروں کے مذہب کی عزت کرتا ہے وہ خود اپنے مذہب کی عزت بڑھاتا ہے۔

۱۳۔ تیرھواں فرمان۔ کلنگ کی فتح اور اس کی خوں ریزی پر اظہارِ افسوس کیا گیا ہے اور دھرم کی فتح سب سے بڑی فتح بتائی گئی ہے۔

۱۴۔ چودھواں فرمان۔ اِس میں موضوعات کو بار بار دُہرانے کی معافی مانگی گئی ہے اور تکرار کے لیے "شہد کی سی شیرینی" بہ طورِ عُذر کے پیش کی گئی ہے۔ کتابت کی غلطیوں کا بھی اعتراف کیا گیا ہے۔

چھوٹے سنگی کتبے

ایک سہسرام ضلع شاہ آباد (بہار) میں کندہ ہے۔ دوسرا رُوپ ناتھ ضلع جبل پور (سی۔پی) میں ہے۔ تیسرا بیرات جے پور اسٹیٹ (راج پوتانہ) میں ہے۔ چوتھے۔ پانچویں اور چھٹے کتبے سدا پور، جتنگ، رامیشورم، اور برہم گری ضلع میسور میں ہیں۔ ساتواں ماسکی ضلع رائچور (نظام اسٹیٹ) میں ہے۔ آخر الذکر ہی کتبے سے اِس امر کا ثبوت بہم پہنچتا ہے کہ پریہ درشن اور اشوک ایک ہی شخصیت کے دو نام ہیں۔

اِن کے موضوعات کا خلاصہ

بیرات یا بھبرو کے کتبے کے علاوہ یہ تمام کتبے دھرم کے احکام سے متعلق ہیں۔ بھبرو کا کتبہ اِس لحاظ سے خاص طور سے اہم ہے کہ اِسی

میں بادشاہ نے بُدھ سنگھ سے تخاطب کیا ہے اور سات بُدھ کتابوں (یا ابوابِ کتاب) کا ذِکر کیا ہے جن میں سے اب صرف پانچ ہی مختلف ناموں سے پائی جاتی ہیں۔

لاٹھوں کے مستقر

۱۔ مشہور ترین لاٹھ فیروز شاہی لاٹھ ہے۔ اسے سُلطان فیروز تغلق کے حُکم سے توپرا سے دہلی منتقل کیا گیا تھا۔ اس ستون کی یہ خصوصیت ہے کہ اس پر اشوک کے سات فرمان کندہ ہیں۔ درآں حالےکہ دُوسری لاٹھوں پر صرف چھ ہی ہیں۔

۲۔ دُوسری لاٹھ میرٹھ میں تھی اسے بھی فیروزشاہ نے دہلی منتقل کیا تھا۔ فرخ سیر کے زمانے میں اس کے قریب بارُود کے ڈھیر میں آگ لگ جانے سے یہ لاٹھ پُرزے پُرزے ہوگئی تھی، لیکن سرکارِ برطانیہ نے اَسے جُڑواکر ۱۸۶۷ء میں پھر نصب کرادیا۔

۳۔ تیسری لاٹھ الہ آباد کے قلعے میں ہے اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ یہ الہ آباد سے تیس کوس کے فاصلے پر کوسمبھی (موجودہ کوسم) میں نصب تھی اور اِسے بھی فیروز تغلق ہی نے منتقل کرایا۔ اس پر سمندر گپت نے اپنی فتوحات کا حال لکھوایا ہے اور جہاں گیر شہنشاہِ دہلی نے اشوک کے دو فرمان مِٹواکر اپنے حالات بھی کندہ کرائے ہیں۔ اِسی کوسمبھی لاٹھ پر دو چھوٹے فرمان لکھے ہیں۔ ایک تو وہ جو ملکہ کا فرمان کہلاتا ہے دُوسرا وہ جو بدھ سنگھ میں اختلاف و افتراق کے خلاف ہے۔

۴۔ چوتھی، پانچویں اور چھٹی لاٹھیں چمپارن (بہار) میں ہیں ایک تو

لوریا اور راج پارا دھیالیہ لاٹھ کہلاتی ہے یہ بتیا جاتے ہوئے کساریا استوپ سے کوئی بیس میل شمال مغرب میں ہے۔ یہاں سے اگر شمال کی طرف نیپال کی ترائی میں بڑھیں تو ایک لاٹھ لوریا نامی گانو میں ملتی ہے۔ اسے لوریا نندن گڑھ کی لاٹھ کہتے ہیں۔ نندن گڑھ موریا راج کے پہلے سے ایک مشہور مقام تھا اور یہاں ایک بہت مشہور بُدھ استوپ تھا اب بھی یہاں بہت سے ٹوٹے پھوٹے آثار پائے جاتے ہیں۔ اسمتھ کا خیال ہے کہ چمپارن ضلع کی یہ لاٹھیں اُس سڑک پر واقع تھیں جو پاٹلی پتر سے نیپال جاتی تھی۔

۵۔ ساتویں لاٹھ سانچی (بھوپال) کے استوپ کے دکھنی دروازے کے پاس پائی گئی ہے۔ یہ لاٹھ ٹوٹ گئی تھی۔ لیکن ریاست نے سرجان مارشل کی نگرانی میں اِس کی مرمت کرادی ہے۔

۶۔ آٹھویں لاٹھ سارناتھ میں ہے، جو بنارس سے ساڑھے تین میل کے فاصلے پر ہے یہ وہی "باغِ غزالاں" ہے جہاں بُدھ نے اپنے چیلوں کو سب سے پہلا وعظ دیا تھا۔ یہاں بُدھ عمارتوں کے بہت سے آثار پائے جاتے ہیں۔ آج کل اِس مقام نے ایک بُدھ نوآبادی کی شکل اختیار کرلی ہے۔

۷۔ نویں چھوٹی لاٹھ بھوان پور تحصیل میں رمنی دیئی گانو میں نصب ہے یہ مقام شہر بستی سے قریب ہے۔ رمنی دیئی قدیم ایام میں لمبینی کہلاتا تھا۔ یہیں بُدھ پیدا ہوئے تھے۔ چناں چہ لاٹھ اسی جگہ لگائی گئی ہے جہاں یہ مقدس ذات بطنِ مادر سے فرشِ زمین پر آئی۔

اشوک نے اس مقام کی زیارت کی اور یہاں اِس واقعے کی یادگار کے طور پر یہ لاٹھ نصب کی۔

۸۔ دسویں لاٹھ نیپالی ترائی میں نگلیوا گانو میں ہی۔ یہ مقام رمنی دیئی سے تیرہ کوس فاصلے پر شمال مغرب میں ہی۔ اِس لاٹھ میں لکھا ہی کہ یہاں کون کن یا کنکان بُدھ کا استوپ تھا جس کی اشوک نے مرمّت کرائی اور بعد میں آکر زیارت کی۔

لاٹھوں کے مضامین کا خلاصہ

پہلے اور دوسرے فرمان میں دھرم کی پابندی کا دعوا کیا گیا ہی۔ تیسرے میں خود اپنے افعال کو جانچا گیا ہی۔ چوتھے میں راجیوکوں کو دھرم پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہی۔ اور مجرموں کے ساتھ رعایت برتنے کی تاکید کی گئی ہی۔ پانچویں میں جانوروں کو داغنے اور مجروح کرنے کی خاص خاص دِنوں میں ممانعت کی گئی ہی چھٹے میں اپنے اپنے مذہب کی پابندی کا حکم ہی۔ ساتویں میں وہ تمام ذرائع بیان کیے گئے ہیں جو اشوک نے دھرم کی تبلیغ کے لیے استعمال و اختیار کیے۔

چھوٹی لاٹھوں کے مضامین

چھوٹے ستونوں کے فرمان چار ہیں۔ سارناتھ والا مذہبی اختلاف کے خلاف ہی۔ سانچی اور کوسمبھی کے ستونوں میں بھی اِس اختلاف اور نفاق سے روکا گیا ہی۔ چوتھا، جو ملکہ کا ستون کہلاتا ہی اس میں یہ بتایا گیا ہی کہ ملکہ نے مختلف باغ لگوائے اور دھرم شالے بنوائے۔

غار کے کتبے

بارابار اور ناگرجنی کے غار شہر گیا سے سولہ میل شمال میں واقع ہیں۔ یہ دریاے پھلگو کے پچھمی ساحل پر

دو الگ الگ پہاڑیوں میں ہیں۔ باراباں پہاڑی میں چار غار ہیں۔ اِن میں سے تین غاروں میں یہ کندہ ہی کہ یہ غار بادشاہ پیاداسی نے اجیوکوں کے لیے بنوائے تھے۔ بقیہ غار بعد کے ہیں جو غالباً اشوک کی تاسّی میں تیار کیے گئے ہیں۔

اشوک ان تمام کتبوں کو دھرم لیپی (مذہبی تحریرات) کہتا ہی۔ ان کے مطالعے سے یہ امر صاف ظاہر ہی کہ اِن میں سے بعض تو صرف واقعہ نگاری کے فرائض ادا کرتے ہیں، اور بعض شاہی فرمان ہیں، جو افسروں اور عمّالِ شاہی کے نام جاری کیے گئے ہیں۔ انھیں کندہ کرانے کی غرض صاف صاف اور بار بار یہی بتائی گئی ہی کہ اخلاف اشوک کی تاسّی کریں اور دھرم کی اشاعت میں اسی کی طرح برابر کوشش کرتے رہیں اور مسرتِ ابدی کے مستحق بنیں۔

چھٹا باب

"اشوک کے کتبے"

چودہ سنگی کتبے

مقام (۱) شہباز گڑھی

یہ دھرم لیپی (مذہبی تحریر) دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ، پریہ درشن نے کُھدوائی ہے۔ شاہی محل میں کوئی جانور نہ کاٹا جائے اور نہ اُس کی قربانی کی جائے۔ کوئی سماج (تماشا) نہ منعقد ہو۔ کیوں کہ دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ "پریہ درشن" کی رائے میں سماج میں کافی بُرائیاں ہیں مگر دیوتاؤں کے پیارے کی رائے میں بعض سماج بہت عمدہ ہیں۔

قبلِ ازیں شاہی باورچی خانے میں لاکھوں جانور سالن کے لیے مارے جاتے تھے۔ مگر اِس وقت جب یہ مذہبی تحریر لکھی جارہی ہے صرف تین جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ جن میں دوؔ مور اور کبھی کبھی ایک ہرن ہوتا ہے۔ تھوڑے ہی دِنوں میں ان تین جانوروں کا ذبح کرنا بھی ترک کردیا جائے گا۔

مقام (۲) گرنار

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ (پریہ درشن) کی سلطنت اور اُس کے ہم سائے بادشاہ چول، پانڈیا، سیناپُترا، کیرالاپُترا تابہ دریاے تمپارنی، یونا (یونانی) بادشاہ امتیاکا (انٹایوکس) کی ہم سایہ حکومتوں

میں ہر جگہ دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ پریہ درشن نے دو قسم کے علاج رائج کیے ہیں۔ آدمیوں کا علاج اور جانوروں کا علاج۔

جہاں پر بھی آدمیوں اور جانوروں کے علاج کے لیے جڑی بوٹی نہیں ہیں۔ ہر طرح کی جڑیں اور پھل اِن جگہوں پر بھجوائے گئے ہیں اور لگادیے گئے ہیں، جہاں پہلے نہیں تھے۔

سڑکوں پر درخت لگوائے گئے ہیں اور کنوئیں کھدوائے گئے ہیں تاکہ انسان اور حیوان اُن سے مستفید ہوں۔

مقام (۳) گرنار

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ (پریہ درشن) کا یہ فرمان ہے۔

جب میری حکومت کو بارہ سال ہوگئے تو میں نے یہ حکم جاری کیا۔ میری سلطنت کے ہر گوشے میں یکت، راجیوک، پردیسکا[1] ہر پانچویں سال (باری باری) دھرم کی اشاعت کے علاوہ اِن مذہبی تعلیمات کی اشاعت کے لیے دورہ کریں گے۔

ماں باپ کا کہنا ماننا قابلِ ستایش ہے۔ دوستوں، شناساؤں، برہمنوں، سرامنوں سے مراعات برتنا قابلِ تعریف ہے۔ جانوروں کے ذبح سے باز رہنا اچھا ہے۔ کفایت سے خرچ کرنا اور زیادہ مال جمع نہ کرنا قابلِ ستایش ہے۔

مجلسِ وزرا یکتوں کو اس جمع خرچ کے بارے میں ایسے احکام دے گی جو میرے منشا اور اس کے وجوہ کو واضح کریں گے۔

---

[1] مختلف سرکاری عہدہ دار دیکھو صفحہ ...

مقام (۴) گرنار

کافی عرصے سے بلکہ سینکڑوں سال سے جان داروں کا مارنا اور اُن کو ایذا دہی، عزیزوں سے غیر مناسب سلوک، اور برہمنوں اور سرامنوں سے بدسلوکی بڑھتی ہی گئی، مگر اب دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ نے دھرم پر کاربند ہوکر جنگی دہل کی آواز کو مذہبی نقارے کی گونج میں تبدیل کردیا ہے۔

بادشاہ نے اپنی رعایا کو ہوائی رتھوں، دیوبانی ہاتھیوں اور آتشیں پیکر جیسے (مافوق الفطرت) مناظر دکھاکر وہ کام کیا جو کہ سینکڑوں سال سے نہ ہوسکا تھا۔ یعنی دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ (پریہ درسن) کی تعلیمات کی وجہ سے جانوروں کے ذبح سے پرہیز، جان داروں پر رحم، عزیزوں اور برہمنوں، سرامنوں سے حُسنِ سلوک اور ماں باپ کا کہنا ماننا، اِن سب باتوں میں زیادتی ہوگئی۔ دھرم پر کاربند ہونے کی عادت زور پکڑ رہی ہے۔ اور دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ (پریہ درسن) اِس تحریک کو اور ترقّی دے گا بادشاہ پریہ درسن کے بیٹے، پوتے، پروتے بھی اِس دھرم کی پابندی کو تاقیامت ترقّی دیتے رہیں گے اور خود دھرم کے پابند ہوکر اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کرکے دھرم کی تعلیم دیں گے۔ کیوں کہ دھرم کی تعلیم کارِ احسن ہے اور دھرم پر کاربند ہونے کی تعلیم دینا غیر پرہیزگار لوگوں کا کام نہیں ہے۔ لہٰذا اِس کام میں (روز افزوں) ترقّی اور کبھی کمی نہ ہونا بہت اچھّی بات ہے۔

اسی مقصد کو پیشِ نظر رکھ کر یعنی میری نسل اِس بات میں ترقّی کی کوشش کرے اور کوئی کمی نہ ہونے دے، یہ مذہبی تحریر لکھوائی

گئی ہی۔ جب دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ (پریہ درسن) کی حکومت کو بارہ سال ہو گئے تب یہ تحریر لکھوائی گئی۔

مقام (۵) مان سہرا

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ پریہ درسن کا یہ ارشاد ہی:-

نیکی کرنا مشکل ہی۔ جو بھی کوئی اچھا کام شروع کرتا ہی، ایک مشکل کام شروع کرتا ہی۔ مَیں نے بہت سے اچھے کام کیے ہیں۔ اگر میرے بیٹے، پوتے، پروتے اور اُن کے جانشین تاقیامت میرا اتباع کریں گے، تو وہ قابلِ ستایش کام کریں گے۔ مگر وہ جو اس فرض کا ایک جزو بھی ترک کردے گا۔ فعلِ قبیح کا مرتکب ہوگا۔ یقینی گناہ کرنا بہت آسان ہی۔

قبل ازیں عرصۂ دراز تک دھرم مہاماتر (افسر اخلاقیات) نہیں تھے۔ جب میری تاج پوشی کو تیرہ برس ہو گئے تو مَیں نے دھرم مہاماتر مقرر کیے۔ اُن کا کام ہر فرقہ و ملّت میں دھرم کا قائم کرنا، اس کی اشاعت کرنا، حق پسندوں کی خبرگیری کرنا اور اُن کی خوشی کا خیال رکھنا ہی۔ یون، کمبوجا اور گندھار راشتریکا اور مغربی ساحل کے دیگر ممالک میں ان کا کام ان برہمنوں اور گرہستوں کی خبرگیری کرنا ہی، جو نوکری اور مزدوری کرتے ہیں۔ مزید برآں اِن کا کام بے چاروں اور ضعیفوں کی خبرگیری کرنا ہی۔ وظائف دینا، اور کثیر الاولاد، ضعیف، اور مظلوم قیدیوں کی رہائی بھی اُن کے ذمّے ہی۔ پاٹلی پُتر اور دیگر شہروں میں میری، میرے بھائیوں کی، اور میری بہنوں کی محل سرائیں، ہر جگہ وہ مقرّر ہیں۔ میری سلطنت کے ہر گوشے میں وہ ایسے

حق پسندوں کے درمیان مشغول ہیں جو دھرم کی طرف رُجحان رکھتے ہیں، یا دھرم کے پابند ہیں، یا خیرات دینے کے عادی ہیں۔ یہ دھرم کی تحریر اس لیے کُھدوائی گئی تاکہ یہ عرصے تک قائم رہے اور میری نسل میری پیروی کرے۔

مقام (٦) گرنار

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ پریہ درسن کا ارشاد ہے:۔

ایک عرصے سے (یہ ہوتا چلا آیا ہے کہ) ہر وقت عرضیاں نہیں دیکھی جاتی تھیں نہ شاہی احکام جاری ہوتے تھے۔ لہٰذا مَیں نے یہ کیا ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ چاہے مَیں کھانا کھا رہا ہوں، یا محل سرا میں ہوں، یا کمرۂ خاص میں ہوں۔ اصطبل میں ہوں، گھوڑے پر سوار ہوں یا شاہی تفریح گاہ میں ہوں، مُخبر مجھ تک رعایا کی عرضیاں پہنچا سکتے ہیں۔ مَیں ہر جگہ رعایا کی خدمت کرتا ہوں۔ اور اگر مجلسِ وزرا میں میرے کسی زبانی حُکم کے متعلق، جو جاری کرنے یا اعلان کرنے کے لیے دیا گیا ہو، اختلافِ رائے ہو، یا مجلس کا کوئی رُکن اُسے نامنظور کرتا ہو، یا مہاماتروں کے فوری فریضے کے بارے میں اختلاف آرا ہو، یا مجلس اُسے نامنظور کرتی ہو، تو مَیں نے حُکم دے دیا ہے کہ موقع و محل اور وقت ناوقت کا خیال نہ کیا جاوے اور مجھ کو فوراً اطلاع دی جاوے۔

مَیں اپنی مساعی سے اور اپنے کام کی رفتار سے کبھی مطمئن نہیں رہتا۔ کیوں کہ ساری دُنیا کی خبرگیری (بھلائی) مَیں اپنے لیے ایک مقدّس فرض سمجھتا ہوں اور اُس کے ادا کرنے میں دو باتیں

اشد ضروری ہیں ۔ محنت اور سُرعت ، عوام النّاس کی خدمت سب سے بڑا فرض ہے ۔ اور جو تھوڑی بہت کوشش مَیں اِس بارے میں کرتا ہوں وہ اِس لیے ہے تاکہ مَیں اِس فرض کو جو مخلوقاتِ عالم کا میرے ذمّے ہے ادا کروں ، اور تاکہ مَیں کچھ لوگوں کے لیے اِس دنیا میں خوشی کا باعث بن سکوں ۔ اور تاکہ وہ اُس دُنیا میں بہشت حاصل کرسکیں ۔

مَیں نے یہ دھرم کی تحریر اِس لیے کُھدوائی ہے کہ یہ کافی عرصے تک قائم رہے اور میرے بیٹے اور پوتے اِسی طرح دُنیا کی بھلائی کے لیے کوشش کریں ، مگر اِس کام کا بغیر سخت محنت کے انجام پانا مشکل ہے ۔

مقام (۷) شہباز گڑھی

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ پریہ درسن کی خواہش ہے کہ ہر فرقہ و ملّت کے لوگ ہر جگہ بسیں ۔ کیوں وہ سب ضبطِ نفس اور صفائیِ قلب کے خواہاں ہیں ۔ گو کہ لوگوں کے مذاق اور اُن کی پسندیں جُداگانہ اور مختلف ہیں اور اِس طرح وہ اپنے فرائض کے کچھ اجزا ادا کرتے ہیں یا مکمل ادا کرتے ہیں مگر جس شخص میں صفائیِ قلب اور ضبطِ نفس نہیں ، وہ خواہ کتنا ہی مخیّر کیوں نہ ہو ، یقینی ذلیل اور نیچ ہے ۔

مقام (۸) شہباز گڑھی

ازمنۂ گزشتہ میں بادشاہ تفریحی دورے پر جایا کرتے تھے ، جن میں شکار اور اسی قبیل کی تفریحات سے محظوظ ہوتے تھے ۔ مگر

جب دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ (پریہ درشن) کی حکومت کو دس سال ہو گئے تو وہ ایک دفعہ سام بودھی (بودھ درخت) کو دیکھنے گیا اُسی دن سے مذہبی دَوروں کا آغاز ہوا۔ اِن (مذہبی دَوروں) میں یہ ہوتا ہے:۔

برہمنوں، سرامنوں سے مُلاقات۔ اور اُن کو تحائف دینا ضعیفوں سے مِلنا۔ اور انھیں مال وزر دینا۔ اور صوبوں میں دَورہ کر کے وہاں دھرم کی تعلیم دینا، اور اس کے متعلّق تحقیقات کرنا۔

اِس دِن سے دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ "پریہ درسن" کو بہت (رُوحانی) خوشی حاصل ہے۔

مقام (۹) کالسی

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا ارشاد ہے:۔

مصیبت کے وقت، شادیوں میں، پیدائش میں، اور سفر میں لوگ طرح طرح کی رسمیں بجا لاتے ہیں، مگر ایسے اوقات میں عورتیں بعض فضوُل اور بے کار رسمیں ادا کرتی ہیں۔ رسمیں بے شک بجا لانی چاہییں، مگر ایسی (بے کار) رسموں کا کوئی نتیجہ نہیں۔ ہاں ایسی رسمیں بے شک مفید ہیں جو دھرم سے متعلّق ہیں۔ جیسے ملازموں کنیزوں اور غلاموں سے اچھّا برتاؤ، اُستادوں کی عزّت، جانور آزاری سے پرہیز، یہ سب باتیں البتّہ قابلِ ستائش اور مفید ہیں۔ یہ سب باتیں بے شک دھرم سے متعلّق ہیں۔ لہٰذا باپ بیٹے، بھائی مالک، دوست، شناسا اور ہمسایے تک کو یہ کہنا چاہیے "یہ قابلِ ستایش ہے" یہ رسم اس وقت تک بجا لانی چاہیے جب تک

کہ مقصد حاصل نہ ہوجائے اور جب مقصد پورا ہوجائے گا تو میں اسے پھر سے شروع کردوں گا۔"

کیوں کہ دھرم سے غیر متعلق تمام رسمیں قابلِ وثوق نہیں۔ ہوسکتا ہو کہ اِن سے مقصد پورا ہو یا نہ ہو۔ پھر یہ مقصد بھی دُنیاوی ہی ہوگا مگر دھرم کی رسم وقت کی قید سے آزاد ہو۔ اگر دھرم کی کوئی رسم اِس دُنیا میں نہیں اثر کرتی، تو بھی اُس دُنیا میں اس سے بے پایاں مرتبہ حاصل ہوتا ہو۔ اور اگر کوئی دھرم کی رسم اس جہان میں اپنا مقصد پورا کردیتی ہو، تو ہم خرما و ہم ثواب۔ کیوں کہ دُنیاوی مقصد بھی پورا ہوجاتا ہو اور عاقبت بھی سُدھر جاتی ہو۔

مقام (۱۰) کالسی

دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ "پریہ درسن" اپنی بڑائی اور شہرت اس کے علاوہ اور کسی امر میں نہیں چاہتا کہ اُس کی رعایا دھرم کی باتوں کو دِل سے سُنے۔ اور اُن کی پیروی کرے صِرف اِسی بات میں دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ "پریہ درسن" عزت اور شہرت کا خواہاں ہو

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی جتنی مساعی ہیں وہ عقبا کے لیے ہیں، تاکہ بہت سے لوگ اس قید سے آزاد ہوجائیں، جسے گناہ کہتے ہیں، مگر یہ امر، اُمرا و غُربا دونوں کے لیے مشکل ہو سوائے اس کے کہ وہ سخت ریاضت کریں اور تارک الدُّنیا ہوجائیں۔ لیکن یہ کام اُمرا کے لیے اور بھی زیادہ مُشکل ہو۔

مقام (۱۱) شہباز گڑھی

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ "پریہ درسن" کا یہ ارشاد ہو:۔

دھرم کی نعمت لاثانی ہے۔ یعنی دھرم کو پہچاننا، دھرم میں حصّہ لینا اور دھرم کو اپنانا اِس سے بڑھ کر کوئی قابلِ قدر چیز نہیں۔ دھرم حسبِ ذیل چیزوں پر مشتمل ہے:-

نوکروں اور غلاموں سے مراعات، ماں باپ کی اطاعت، دوستوں، عزیزوں، شناساؤں، برہمنوں، سرامنوں کو تحائف دینا، اور جانوروں کے ذبح سے باز رہنا۔

باپ، بیٹے، بھائی، آقا، دوست، شناسا، ہم سایہ، ہر ایک کو یہ کہنا چاہیے یہ "نیک کام ہے اور اِسے ضرور کرنا چاہیے" جو شخص اِن تمام امور کو بجا لاتا ہے وہ اِس دُنیا میں آسودہ رہتا ہے اور عقبا میں بے پایاں رُوحانی مراتب دھرم کی نعمت کی بدولت حاصل کرتا ہے۔

مقام (۱۲) گرنار

دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ ہر فرقہ و ملّت کے آدمیوں کی عزت کرتا ہے، خواہ وہ سنیاسی ہوں یا گرہست۔ بادشاہ اُن کو تحائف و اعزاز عطا کرکے اُن کی تکریم کرتا ہے۔ مگر دیوتاؤں کے پیارے کی نگاہ میں تحائف و اعزاز کی اُتنی وقعت نہیں ہے، جتنی کہ تمام فرق و ملل میں اُن کے اصولوں کی پابندی میں ترقی ہونے کی ہے۔ اصول بہتیرے ہیں، مگر اِن سب اصول کی رُوح زبان کو روکے رہنا (رواداری) ہے، یعنی بغیر موقّر وجوہ کے اپنے مذہب کے گن گانا اور دُوسرے کے مذہب کو بُرا بھلا کہنا ناروا ہے۔ دُوسرے مذاہب کی تحقیر صرف مخصوص وجوہ کی بنا پر کی جاسکتی ہے۔ برخلاف اس

کے دُوسروں کے مذہب کی عزّت کرنے کے لیے بہت سے دلائل ہیں۔ اِس سے اپنے مذہب کی عزّت بڑھتی ہے اور دُوسرے مذاہب کی خدمت ہوتی ہے۔ اس کے خلاف کرنے سے خود اپنے مذہب کو نقصان پہنچتا ہے اور دُوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ کیوں کہ جو بھی اپنے دِل میں یہ خیال کرکے کہ مَیں اپنے مذہب کو بڑھا رہا ہوں اپنے مذہب کی تعریف اور دُوسرے کی تحقیر کرتا ہے وہ اپنے مذہب کو نقصانِ عظیم پہنچاتا ہے۔ مباحثہ اچھّی چیز ہے، کیوں کہ اِس سے بہت سے لوگوں کو دُوسروں کے مذاہب کی اچھّی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اور ایک دُوسرے کے دھرم کو جاننے کی خواہش بڑھتی ہے۔ دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی خواہش ہے کہ ہر فرقہ و ملّت کے افراد باخبر اور نیکی پھیلانے والے ہوں۔ ہر فرقہ و ملّت کے افراد کو معلوم ہونا چاہیے کہ بادشاہ دولت و اعزاز کی اتنی پروا نہیں کرتا جتنی اِس امر کی کہ تمام فرقوں میں اصل اصوُل پھیل جائیں اور ہر ایک رواداری سے رہے۔

اِسی کام کے لیے افسرِ اخلاقیات (دھرم مہاماتر) افسر نسواں، افسرِ مزرُوعات اور دُوسرے افسر مقرّر ہیں۔ اور مقصدِ عالی یہ ہے کہ ہر فرقہ و ملّت کی ترقّی کے ساتھ ساتھ دھرم کی عزّت بڑھتی جائے۔

مقام (۱۳) شہباز گڑھی

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ "پریہ درسن" نے تاج پوشی کے آٹھویں سال میں کلنگ فتح کیا۔ ڈیڑھ لاکھ آدمی قیدی بنائے

گئے ۔ ایک لاکھ مقتول ہوئے اور اِس سے کئی گنا زیادہ مر گئے ۔ کلنگ کے الحاق کے بعد ہی سے دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ نے دھرم کی پابندی ، دھرم کی محبّت ، دھرم کی تعلیم اور دھرم کی سرپرستی شروع کی۔ اِس عنوان سے دیوتاؤں کے پیارے نے کلنگ فتح کرنے پر اپنی پشیمانی ظاہر کی ۔ ایک غیر مفتوح مُلک کے فتح کرنے میں وہاں کے باشندے قتل کیے جاتے ہیں ، مرتے ہیں اور قید ہوتے ہیں ۔ یہ سب باتیں دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کے لیے حد درجہ باعثِ رنج و افسوس ہیں ۔

اِس کے علاوہ دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کو اِس بات سے اور بھی دُکھ پہنچا ہی کہ ایسے ممالک میں ایسے برہمن ، سرامن اور دیگر فرقے کے لوگ اور گرِہست رہتے ہیں جو اپنے سے بڑوں کی فرماں برداری ، والدین کی اطاعت ، معلّمین کی سماعت ، دوستوں ، ساتھیوں ، عزیزوں ، غلاموں اور نوکروں سے اچھا برتاؤ کرنا اپنا فرضِ عین سمجھتے ہیں ۔ جنگ کی بدولت ایسے (بزرگ) لوگوں پر تشدّد ہوتا ہی ۔ وہ قتل کیے جاتے ہیں یا اپنے محبوبوں سے بچھڑ جاتے ہیں ۔ اور جو لوگ کہ بچ جاتے ہیں اُن پر بھی ایک طرح کا تشدّد ہوتا ہی۔ کیوں کہ وہ اُن لوگوں کے (جن پر تشدّد ہوا ہی) ساتھیوں ، دوستوں ، ملاقاتیوں اور عزیزوں میں سے ہیں اور ان کی محبّت و مودّت (مظلوم لوگوں سے) کم نہیں ہوتی ۔ لہٰذا اُن پر بھی تیرہ بختی کا نزول ہوتا ہی ۔ اور دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کو ملال ہوتا ہی کہ اتنے لوگوں کو دُکھ پہنچتا ہی اور سوائے ملک یونا (ن) کے اور کوئی

مُلک نہیں جس میں برہمن اور سرامن نہ ہوں۔ اور جہاں کے لوگ کسی نہ کسی فرقے یا ملت میں اعتقاد نہ رکھتے ہوں۔ اس لیے کلنگ میں جتنے آدمی قتل ہوئے، مارے گئے، یا قید ہوئے، اگر اُن کا سواں یا ہزارواں حصہ بھی اب مصیبت میں گرفتار ہوجائے تو بادشاہ کو بہت دُکھ ہوگا۔ علاوہ بریں اگر کوئی شخص دیوتاؤں کے پیارے کی ذات کو بھی دُکھ پہنچائے تو وہ حتی الامکان برداشت کرے گا۔

دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ، جنگلیوں کو بھی نظرِ عاطفت سے دیکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اپنی بد عادات ترک کردیں۔ دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ باوجود اپنی پشیمانی کے صاحبِ عظمت و جلال ہے۔ لہٰذا ان جنگلیوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ شرم کریں اور قتل کیے جانے سے بچیں۔ دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ چاہتا ہے کہ تمام جان دار مامون رہیں اور اِن میں ضبطِ نفس، رواداری اور نیکی پیدا ہوجائے۔

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کی رائے میں دھرم کی فتح سب سے بڑی فتح ہے۔ اور یہ فتح دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کو یہاں اور چھ سو یوجن (؟) تک جہاں کہ یونانی امتیوکا (انٹایوکس) رہتا ہے اور اِس کے بھی آگے جہاں چار بادشاہ۔ ترامایا (ٹالمی)، ماگا (ماگاس)، امتِکِنا (انٹی جونس) اور الیکسمدر (سکندر) رہتے ہیں۔ اور وہاں جہاں چولا اور پانڈیا دکن میں تمپارنی تک رہتے ہیں، حاصل ہوگئی ہے۔ سلطنتِ شاہی میں، یوَن، کمبوج، نِبھک کے نبھاپنتیوں میں بھوج، اندھرا، پولندا، اِن سب لوگوں میں سب جگہوں پر دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کے دھرم کے متعلق احکام کی پیروی

ہوتی ہے۔ اُن جگہوں پر بھی جہاں دیوتاؤں کے سفیر نہیں پہنچے وہاں پر بھی لوگ شاہی دھرم کی تعلیمات کے بارے میں سُن سُنا کر عمل کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

اور یہ فتح جو حاصل ہوئی ہے، ہر جگہ محبت کی فتح کہی جائے گی اور یہ محبت دھرم کی فتح کے ذریعے سے حاصل ہوئی ہے۔ مگر یہ محبت زیادہ اہم نہیں۔ بادشاہ کی رائے میں وہ محبت بہت اہم ہے جو آخرت میں کام آئے۔

یہ فرمان اِس لیے لکھا گیا ہے کہ میرے بیٹے، پوتے، جو بھی ہوں نئی فتوحات حاصل کرنا بڑی بات نہ سمجھیں۔ یعنی وہ فتح جو تیر (و تفنگ) کے ذریعے سے حاصل ہوئی ہے۔ انھیں صبر اور رحم میں مسرت محسوس کرنا چاہیے۔ اور اِس فتح کو (سچی) فتح سمجھنا چاہیے جو دھرم کے ذریعے حاصل ہو۔ ایسی فتح سے دُنیا عاقبت دونوں سُدھر جاتی ہیں۔ میری دُعا ہے کہ اگر وہ محبت کریں تو ریاضت سے محبت کریں۔ کیوں کہ اس سے دُنیا وعقبا دونوں میں فائدہ ہے۔

مقام (۱۴) گرنار

یہ سب مذہبی تحریریں (دھرم لپی) دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ (پریہ درشن) نے مجمل، متوسط، یا مفصّل طور سے لکھوائی ہیں۔ ہر چیز ہر جگہ نہیں لکھی گئی ہے۔ سلطنت بہت بڑی ہے۔ بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بہت کچھ میں ابھی اور لکھواؤں گا۔ بہت سی باتیں اپنی مٹھاس کی وجہ سے بار بار دہرائی گئی ہیں، کیوں؟ اِس لیے کہ لوگ اِن پر عمل کر سکیں۔ ممکن ہے کہ بعض باتیں جگہ کی اجنبیت، اختصار کی ضرورت، یا کاتب کی غفلت کی وجہ سے نامکمل رہ گئی ہوں۔

سات ستونی کتبے

جو لاٹھوں پر کندہ ہیں

(۱)

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ "پریہ درسن" کا ارشاد ہے:-

جب میری تاج پوشی کو چوبیس برس ہوگئے۔ تب یہ مذہبی تحریر لکھوائی گئی۔ دھرم کی شدید محبت، بے انتہا معرفتِ نفس، سخت اطاعت، جاں کاہ تقوا اور بے پایاں قوتِ عمل کے بغیر دُنیا اور عقبیٰ کا حاصل ہونا سخت مشکل ہے۔ مگر میری تعلیمات کے ذریعے دھرم کی خواہش اور دھرم کی محبت میں روز افزوں ترقی ہورہی ہے۔ میرے تمام اعلا و اوسط و ادنا افسر اِس پر کاربند ہیں۔ اور اپنی اہلیت اور قابلیت سے متزلزل مزاج والوں کو بھی دھرم کی طرف راغب اور اِس پر عمل کرنے کے قابل بنادیتے ہیں۔ یہی کام انت مہاماتر (سرحدی گورنر) بھی کررہے ہیں۔

میرا فرمان حسبِ ذیل ہے:-

دھرم پر قائم رہو۔ دھرم کے مطابق انتظام کرو۔ دھرم کے ذریعے خوشی پھیلاؤ اور دھرم کے ذریعے حفاظت کرو۔

---

(۲)

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا یہ ارشاد ہے :-

دھرم نعمت ہے - مگر دھرم ہے کیا؟ دھرم کم از کم گنہ گاری - زیادہ سے زیادہ بھلائی ، رحم دلی ، خیرات ، سچائی ، صفائی قلب پر مشتمل ہے - مَیں نے مختلف ذرائع سے لوگوں کو بصیرت عطا کی ہے - آدم زاد ، جانور ، چرند ، پرند ، سمندری جانور پر بھی مَیں نے اپنا دستِ کرم پھیلا دیا ہے اور اُن کو زندگی عطا کی ہے -

ایسے ہی اور بھی اچھے کام مَیں نے انجام دیئے ہیں -

مَیں نے یہ مذہبی تحریر اِس لیے کُھدوائی ہے کہ لوگ اُس کی پیروی کریں اور یہ عرصۂ دراز تک قائم رہے - جو اس کی حرف بہ حرف پابندی کرے گا نیک اور قابلِ ستائش کام کرے گا -

---

(۳)

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ پریہ درسن کا یہ ارشاد ہے :-

لوگوں کی نظر صرف اپنے افعالِ نیک پر رہتی ہے اور وہ سوچتے ہیں - " مَیں نے یہ اچھا کام کیا ہے " کبھی بھی لوگ اُپنے افعالِ بد پہ نظر نہیں ڈالتے ، نہ یہ کہتے ہیں " یہ گناہِ بد مجھ سے سرزد ہوا ہے ، یہاں میرا نفس (بہیمیہ) مجھ پر حاوی ہوگیا " خود اپنے نفس کی جانچ پڑتال یقیناً ایک مشکل کام ہے - پھر بھی ایک شخص کو یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ یہ " (اسفل) جذبات یعنی عصبیت ، ظلم ، غصہ ، غرور ، حسد مجھ کو قعرِ مذلت میں گرادیں گے " اور یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ

"کون سی باتیں میری دُنیا سُدھاریں گی اور کون سی باتیں میری عاقبت سُدھاریں گی ۔"

---

(۴)

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ (پریہ درسن) کا یہ ارشاد ہو :-

مَیں نے یہ مذہبی تحریر تاج پوشی کے چھبّیس برس بعد لکھوائی ۔

مَیں نے راج یوکوں کو لاکھوں آدمیوں کی جان ومال کا حاکم بنایا ہو ۔ مَیں نے اُن کو عدالتوں کے انتظام اور مجرموں کی سزا کا اختیارِ کلّی دے دیا ہو ۔ تاکہ وہ مطمئن ہوکر اپنا کام کریں ۔ لوگوں میں نیکیاں اور خوشیاں پھیلائیں اور اُن پر کرم گستری کریں ۔ ان کو چاہیے کہ وہ رنج وخوشی کے اسباب پر غور کریں اور متقی افراد کی مدد سے لوگوں کو قانونِ پرہیزگاری سکھائیں ۔ تاکہ اُنھیں مسرتِ دُنیوی اور اُخروی دونوں مل جائیں ۔

راج یوک میرے احکام پر عمل کرنے کے لیے مستعد ہیں ۔

اور چوں کہ راج یوک میرے احکام ماننے کو تیار ہیں ۔ لہٰذا اُن کے ماتحت افسران بھی اُن کی پیروی کریں گے اور لوگوں کی اصلاح کریں گے ۔

جس طرح سے ایک آدمی اپنا بچّہ ایک تجربے کار اور ماہر دایہ کو سپرد کرکے مطمئن ہوجاتا ہو اسی طرح سے مَیں نے راج یوکوں کو مقرر کرکے ان کے ہاتھ میں صوبجاتی رعایا کی بہبودی دے دی ہو ۔ مَیں نے اُنھیں انصاف کرنے اور سزا دینے میں مختارِ کُل کردیا ہو تاکہ وہ خوف وخطر، شُبہے اور اندیشے سے آزاد ہوکر اپنا کام کریں ۔

قانون اور انصاف ہر جگہ پر یک ساں ہونا چاہیے۔ میں نے یہ بھی حکم دے دیا ہی کہ ایسے مجرموں کو جنھیں سزاے موت دی گئی ہو تین دِن کی مہلت دی جائے۔ اِس مدت میں یا تو اُن کے اعزا راج یوکوں سے رحم کی درخواست کرکے اُن کی سزا معاف کرالیں گے یا وہ رُوحانی موت سے بچنے کے لیے خیرات کریں گے اور روزے رکھ رکھ کے عقبا کے لیے تیّار ہوں گے۔

میری خواہش ہی کہ قید کی حالت میں بھی وہ عقبا سدھارنے کی کوشش کریں اور میری تمنّا ہی کہ میری رعایا میں مذہبی امور کی پابندی۔ ضبطِ نفس اور سخاوت ترقّی کرتی رہے۔

---

(۵)

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ پریہ درسن کا یہ ارشاد ہی:-

مَیں نے اپنی حکومت کے چھبّیسویں برس میں توتا، مینا، سارس، بَط، بطخ، ننِدی مُکھ (؟) گیلاتا (؟) چمگادڑ بلکہ چیونٹی، مادہ کچھوے، بغیر کانٹے کی مچھلی، دیداد (؟) گنگا پپسوتک (مچھلی)، سمکوجا (؟) کچھوے، ساہی، گلہری، بارہ سنگھے، سانڈ، گھریلو کیڑے مکوڑے، (چوہے وغیرہ) گینڈا، خاکی فاختہ، پالتو کبوتر اور تمام وہ چوپاے جو نہ استعمال کیے جاتے ہیں اور نہ کھائے جاتے ہیں ان سب کا مارنا قطعاً ممنوع قرار دے دیا۔

بکریاں، بھیڑیں اور سُورنیاں جن کا دُودھ خشک نہ ہوا ہو یا جن کے چھوٹے بچّے ہوں ماری نہ جائیں۔ نہ اُن کے چھے مہینے

تک کے بچے، مرغوں کا آختہ کرنا ممنوع کیا جاتا ہے۔ ایسا بھوسا جس کے چھلکے میں کیڑے مکوڑے ہوں نہ جلایا جائے گا۔ شرارت سے یا جان داروں کو ایذا رسانی کے ارادے سے۔ جنگلوں میں آگ نہ لگائی جائے گی۔ ذی حیات کی غذا ذی حیات نہ ہونا چاہیے۔ دِتشیا، کے پوُرن ماشی کے قریب تین دِن تک نہ تو مچھلی ماری جائے گی اور نہ بیچی جائے گی یہ تین دن یہ ہیں۔

پہلے نِصف ماہ کی چودھویں اور پندرھویں اور آخری نِصف کی پہلی (اِن ایّام کے علاوہ) یعنی ان ایّام میں بھی جن میں روزے رکھے جاتے ہیں۔ انھی مذکور دنوں میں اور دُوسری طرح کے جان دار، ہاتھی والے جنگلات، اور ایسے مقامات پر جہاں مچھلیاں پائی جاتی ہیں نہ مارے جائیں گے۔ ہر نِصف ماہ کی آٹھویں، چودھویں، پندرھیں تاریخوں کو تشیا اور پوتر واسو کے دِن اور تینوں موسموں کی پوُرن ماشی کو اِن تمام مبارک دِنوں میں سانڈ، بکرے، مینڈھے، سُور اور تمام وہ جانور جو آختہ کیے جاتے ہیں۔ آختہ نہ کیے جائیں۔ تِشیا اور پوترواسو کے دِن، تینوں موسموں کی پوُرن ماشی کو اور پورن ماشی سے متعلق نصف ماہ گھوڑوں اور بیلوں کا داغنا ممنوع ہے۔

---

(۶)

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ پریہ درسن کا یہ ارشاد ہے:۔

جب مَیں بارہ برس حکوُمت کر چکا تو مَیں نے مذہبی تحریریں لوگوں کی بہبودی کے لیے لکھوانا شروُع کیں۔ تاکہ لوگ اپنے بُرے

انعال ترک کر کے دھرم کی پابندی کریں۔ افسران کا یہ فرض ہے کہ وہ اِس تحریک کی پرورش کریں۔ اور اسے اُبھاریں اور یہ سمجھیں کہ اِس میں لوگوں کی خوشی اور بہبودی ہے۔ مَیں سب افسران پر اور اپنے عزیزوں پر خواہ وہ دُور ہوں یا نزدیک کڑی نگاہ رکھتا ہوں۔ تاکہ مَیں اپنی رعایا میں سے چند کی خوشی کا باعث بنوں مَیں اِس لیے اُن پر سختی کرتا ہوں اور ہر درجے کے افسر پر کڑی نگاہ رکھتا ہوں۔

میں نے ہر فرقہ و مِلّت کو اعزاز بخشا ہے۔ مگر جو فرقہ دُوسرے فرقے سے میل مِلاپ کا اقدام کرتا ہے مَیں اُسے خاص عزّت کا مستحق سمجھتا ہوں۔

یہ مذہبی تحریر مَیں نے اُس وقت لکھوائی جب میری تاج پوشی کو چھبیس برس ہو گئے۔

---

(۷)

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ "پریہ درسن" کا ارشاد ہے:-

گزشتہ ایام میں ایسے بادشاہ ہوئے ہیں جو سوچا کرتے تھے کہ انسانیت کی ترقی دھرم کے ذریعے کیوں کر کی جائے۔ پھر بھی لوگ دھرم کے ذریعے ترقّی نہیں کرتے تھے۔

اِس مسئلے کے بارے میں دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا ارشاد ہے:-

مَیں نے سوچا، گزشتہ بادشاہوں نے بھی سوچا تھا کہ لوگ دھرم کے ذریعے ترقّی کریں پھر بھی لوگوں نے دھرم میں ترقّی نہیں

کی اس لیے وہ کون سے ذرائع اختیار کیے جائیں کہ لوگ دھرم پر عمل کریں۔ کیوں کر لوگوں کے دھرم میں ترقّی ہو۔ کیوں کر لوگ دھرم کے ساتھ ساتھ ترقّی کریں۔

اِس مسئلے کے بارے میں دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا ارشاد ہے:-

میرے ذہن میں آیا۔

مَیں مذہبی پیغامات کا اعلان کراؤں گا۔ مَیں مذہبی احکام جاری کروں گا لوگ انھیں سُن کر اور اُن پر سختی سے عمل کر کے بلند مرتبہ بنیں گے۔ اور مذہبی ترقّی کے ساتھ ساتھ ترقّی کریں گے۔

اِسی غرض سے مَیں نے مذہبی پیغامات کا اعلان کرایا ہے۔ مختلف قسم کے مذہبی احکام جاری کیے ہیں۔ تاکہ میرے پوروسا (افسرانِ سلطنت) جو رعایا کے ذمّے دار بنائے جائیں گے۔ اِن احکام کی تشریح و تفسیر کرتے رہیں گے۔ راج۔ لوک بھی جن کے ذمّے لاکھوں آدمیوں کی نگہبانی ہے اِن کو بھی مَیں نے حُکم دے دیا ہے کہ تُم یوں اور اِس طرح دھرم کے ماننے والوں کو ہدایت کرتے رہنا۔

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا یہ ارشاد ہے:-

اِنھی امُور پر نظر کر کے مَیں نے دھرم کے ستون استادہ کیے ہیں۔ دھرم مہاماتر مقرر کیے ہیں۔ اور مذہبی کتبے تیار کرائے ہیں۔

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا یہ ارشاد ہے:-

سڑکوں پر بھی مَیں نے برگد کے درخت لگوائے ہیں تاکہ انسان اور چوپائے اُن کے سائے میں آرام پائیں۔ مَیں نے آم کے

باغ لگوا دیے ہیں۔ ہر آدھے کوس پر کنوئیں کھدوائے ہیں۔ آرام گاہیں بنوادی ہیں۔ متعدد سبیلیں مختلف مقامات پر رکھوادی ہیں تاکہ آدمیوں اور چوپایوں کو آرام رہے۔ کیوں کہ میں اور میرے پیش رو بادشاہ رعایا کے آرام کے راستے پر سختی سے چلے۔

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا یہ ارشاد ہے :۔

میرے مہاماتر بھی بادشاہ کی خوش نودی کے لیے راہبوں اور گرہستوں دونوں سے متعلق مختلف طرح کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ وہ ہر مذہب کے لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ میں نے اُن کو حکم دیا ہے کہ وہ سنگھ کے معاملات کی بھی نگرانی کریں۔ اسی طرح میں نے اُن کو حکم دیا ہے کہ وہ برہمن اور راج یوگ راہبوں کی بھی خدمت کریں۔ نرگنتھوں کے معاملات کی دیکھ بھال بھی میں نے انھیں سپرد کی ہے۔ اور مختلف ملّتوں کی نگہ بانی کرنے کا بھی میں نے انھیں حکم دیا ہے۔ خاص خاص مہاماتر خاص خاص فرقوں میں رکھے جاتے تھے لیکن میرے دھرم مہاماتر ان فرقوں کی بھی خدمت کرتے ہیں اور اُن کے علاوہ تمام فرقوں کی۔

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا یہ ارشاد ہے :۔

یہ دھرم مہاماتر اور دوسرے بڑے افسران میری نیز رانیوں کی جانب سے خیرات کی تقسیم بھی کرتے ہیں۔ اور میری تمام حرم سراؤں میں خواہ وہ یہاں ہوں یا صوبوں میں وہ مختلف صورتوں سے اس طرح کے کام کرتے رہتے ہیں۔ جو باعث مسرت (ابدی) ہیں (اور اپنے اور رانیوں کے علاوہ) میں نے اُن کو حکم دے رکھا

ہے کہ وہ میرے بیٹوں اور دوسری رانیوں کے لڑکوں کی خیرات بھی تقسیم کیا کریں گے۔ تاکہ دھرم کے نیک افعال اور دھرم پر عمل بڑھتا رہے اور دھرم کی نیکی اور دھرم پر عمل کرنے ہی کے ذریعے رعایا میں رحم، سخاوت سچائی، نیک نفسی، نرم دِلی اور نیکی بڑھتی رہے۔

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا یہ ارشاد ہے:-

لوگوں میں دھرم کی یہ ترقّی دو ذرائع سے پیدا کی گئی ہے۔ دھرم کے قوانین کے ذریعے اور غور و فِکر کے ذریعے۔ اِن دونوں ذرائع میں سے دھرم کے قوانین خاص اثر نہیں رکھتے۔ لیکن غور و فِکر بڑا اثر رکھتے ہیں۔ دھرم کے قوانین تو وہی ہیں جن کا میں نے حکم دیا ہے۔ یعنی فلاں فلاں جانور نہ مارے جائیں اور اسی طرح کے دیگر احکامات جو میں نے دھرم کے متعلق دیے ہیں۔ لیکن غور و فِکر کے ذریعے رعایا کی دھرم میں ترقّی اِسی طرح ہوئی ہے کہ انھوں نے جان داروں کو ستانے اور حیوانات کے مارنے سے پرہیز کیا (یعنی اہنسا کو بہتر جانا) اِس لیے میں نے یہ احکام جاری کر دیے ہیں۔ تاکہ میرے بیٹے اور پوتے جب تک زندہ رہیں اور جب تک چاند اور سورج باقی رہیں لوگ اِس راہ پر چلتے رہیں۔ اِس لیے کہ جو بھی اِس راستے پر گام زن ہوگا اُسے اِس دُنیا میں اور دوسری دُنیا میں مسرّت (ابدی) حاصل ہوگی۔

میں نے یہ مذہبی کتبہ اپنی تاج پوشی کے چھبیسویں برس لکھوایا

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا یہ حُکم ہے کہ یہ اخلاقی حکم نامہ جہاں بھی سنگی ستون یا پتھر کے بڑے ٹکڑے ہوں کندہ کرا دیا جائے تاکہ یہ باقی رہے۔

کلنگ کے دو کتبے

مقام (۱) دھاولی

دیوتاؤں کے پیارے کے حکم سے توسالی (یا سماپا) کے مہاماتروں کو جو شہر میں قاضیوں کا کام کرتے ہیں۔ یہ فرمان پہنچادینا چاہیے۔

جو کچھ بھی مَیں سوچتا ہوں۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اس پر عمل بھی کیا جائے۔ اور مَیں اس کے لیے مناسب ذرائع اختیار کرتا ہوں اور اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے مَیں نے اِن احکامات کو جو مَیں تمھارے نام جاری کرتا ہوں۔ خاص ذریعہ بنایا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تمھیں ہزاروں جانوں کا محافظ اِس لیے مقرّر کیا گیا ہے کہ ہم اچھّے لوگوں کی نگاہوں میں محبوب بنیں۔

سب میرے بچّے ہیں۔ جیسے مَیں اپنے بچّوں کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ انھیں دُنیا و آخرت دونوں کی خوشی و راحت نصیب ہو اسی طرح مَیں تمام انسانوں کے لیے بھی چاہتا ہوں۔ لیکن تم اِسے ابھی اچھّی طرح نہیں سمجھتے ہو۔

دو ایک افسر اس پر دھیان دیتے ہیں لیکن بعض ہی حصّوں پر (عمل کرتے ہیں) مکمل طور پر نہیں۔ تمھارا یہ فرض ہے کہ تم اُن سے عمل کراؤ۔ اِس عمل کے لیے اصول مکمّل طور پر بنا دیے گئے ہیں۔

انتظامِ سلطنت کے سلسلے میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو قید یا

کوئی اور دوسری مصیبت اُٹھانی پڑتی ہی جو اتفاقاً اُس کی موت کا سبب ہوجاتی ہی۔ اس کے علاوہ بہت سے لوگوں کو سخت جسمانی تکلیف پہنچائی جاتی ہی۔ ایسے موقعوں پر تمھیں یہ دیکھنا چاہیے کہ درمیانی راستہ (یعنی اعتدال یا انصاف) اختیار کیا جائے۔ لیکن کوئی شخص جس میں رشک، عدم استقلال، ظُلم، بے صبری، کاہلی اور سُستی کی سی خصلتیں ہیں کوئی کام یابی حاصل نہیں کرسکتا۔ اِس لیے تم کو کوشش کرنا چاہیے کہ تم میں یہ خصلتیں نہ آجائیں۔ درحقیقت اِس (اعتدال) کی ساری بنیاد استقلال اور عدم تعجیل پر ہی۔ جو امورِ سلطنت کی انجام دہی میں تھک جاتا ہی کبھی اُبھر نہیں سکتا۔ لہٰذا اُسے چاہیے کہ حرکت کرکے آگے قدم بڑھاے اور بڑھتا جائے۔ یہ ہی وہ طریقۂ کار جس کا تمھیں خاص طور سے خیال رکھنا چاہیے۔ اس لیے کسی دوسری چیز کا دھیان نہ لاکر اپنے آپ سے مخاطب ہوکر یہ کہو "دیوتاؤں کے پیارے کے یہ اور یہ احکام ہیں ان کے پورے ہونے سے بڑے فایدے حاصل ہوتے ہیں اور اگر ان کو پورا نہ کیا جائے تو بڑے نقصانات ہوتے ہیں"۔ جو لوگ اِن احکامات پر عمل نہ کریں گے اُن سے نہ تو دیوتا خوش ہوں گے نہ بادشاہ۔

اِس لیے یہ فرمان جو مَیں نے تُم پر عائد کیا ہی اس کے دُہرے فوائد ہیں اور اس میں شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں اگر تُم نے اِن کو اچھی طرح پورا کیا تو تم کو جنت بھی ملے گی اور تم اِس فرض سے بھی سبک دوش ہوجاؤ گے، جو میرا تمھارے ذمّے ہی۔

یہ فرمان ہر تشیا کے دِن سُنایا جانا چاہیے اور تشیا دِنوں کے

درمیانی وقفے میں تہواروں کے موقع پر اِس فرمان کو افسران بھی سُن سکتے ہیں۔ ایسا کرکے (یعنی اُسے سُن یا سُنا کے) تم مقصد کو حاصل کرسکتے ہو۔

یہ فرمان اِس لیے لگایا گیا ہی کہ وہ مہاماتر جو شہر کے قاضی ہیں ہر وقت اِس بات کی کوشش کریں کہ کوئی شہری نہ تو بلا وجہ قید ہو اور نہ کسی دوسری تکلیف میں مبتلا کیا جاسکے۔ اور اِس مقصد کے لیے مَیں ہر پانچویں سال ایک افسر اخلاقیات مقرر کروں گا جو سخت دِل اور غصہ ور نہ ہوگا۔ بلکہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں نرمی سے کام لے گا تاکہ یہ معلوم کیا جاسکے کہ افسرانِ انصاف میرے احکام کے مطابق عمل کرتے ہیں یا نہیں۔

اُجین بین وہاں کا حاکم شہزادہ اِسی مقصد کے لیے ایسے ہی افسران کی ایک جماعت مقرر کرے گا اور ہر تیسرے برس اسی غرض سے معاینے کرائے گا۔ جب یہ مہاماتر اِس طرح اپنے دورے پر نکلیں گے تو وہ اپنے فرائض سے کوتاہی کیے بغیر یہ بھی معلوم کریں گے کہ افسرانِ انصاف شاہی حکم کے بہ موجب کام کر رہے ہیں یا نہیں۔

مقام (۲) جوگڑھ

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا یہ ارشاد ہی:۔

شہزادگان اور مہاماتروں کو مطلع کیا جاتا ہی۔ مَیں جو کچھ بجا اور درست سمجھتا ہوں اِس پر عمل کرنے کے مناسب ذرائع سوچتا ہوں۔ اور اِس مقصد کے پورا ہونے کا خاص ذریعہ مَیں تم کو ہدایات

دینا سمجھتا ہوں۔ سب میرے بچّے ہیں۔ جیسے مَیں اپنے بچّوں کے لیے چاہتا ہوں کہ انھیں دُنیا و آخرت دونوں کی خوشی و راحت نصیب ہو۔ ویسی ہی خوشی میں تمام انسانوں کے لیے چاہتا ہوں۔

شاید میرے غیر مفتوح ہم سائے یہ سوال کریں "بادشاہ ہمارے متعلق کیا خیال رکھتا ہے؟" اس کا جواب یہ ہے۔ اِس امر میں میری صرف یہ خواہش ہے کہ وہ یہ اچھی طرح سے جان جائیں کہ ان کو مجھ سے کسی طرح خائف نہ رہنا چاہیے بلکہ مجھ پر اعتماد کرنا چاہیے۔ وہ یہ جان لیں کہ میری ذات سے ان کو صرف خوشیاں پہنچیں گی، صدمے نہیں۔ وہ یہ جان لیں کہ مَیں حتی الامکان رواداری سے کام لوں گا۔ وہ یہ جان لیں کہ مَیں انھیں صرف سمجھا بُجھاکر دھرم پر عمل کرنے کی طرف راغب کروں گا تاکہ اُنھیں دُنیا و آخرت دونوں حاصل ہوں۔

مَیں تمھیں یہ ہدایت اِس لیے دیتا ہوں تاکہ اِس طرح مَیں اِس فرض سے ادا ہوجاؤں جو ان کا میرے ذمّے ہے اور مَیں نے تمھیں اپنی خواہش سے، اپنے عزمِ راسخ سے اور اپنے عقیدۂ غیر متزلزل سے آگاہ کردیا ہے۔

اِس لیے تُم اِس طریقے سے کام کرتے ہوئے اپنا فرض ادا کرو اور اُنھیں یقین دِلاؤ کہ " بادشاہ ہمارا باپ ہے وہ ہمارا ایسا ہی خیال کرتا ہے جیسے خود اپنا۔ ہم سب اس کے بچّے ہیں۔"

تمھیں ہدایت کرکے اور اپنے عزمِ راسخ اور عہدِ مستحکم سے آگاہ کرکے مَیں اِس کام کے لیے ہر صوبے میں افسران مقرر کروں گا۔

تُم میں ان (سرحدیوں) کا اعتماد حاصل کرنے کی اور ان کے

لیے دُنیا و عقبا کی مسرّت حاصل کرنے کی اہلیت ہو ایسا کرنے سے تُم خود بہشت کے حق دار ہوجاؤ گے۔ تمھارے ذمّے جو میرا قرض ہو اُس سے ادا ہوجاؤ گے اور مجھے اِس قرض کی ادائیگی میں جو میرے ذمّے دُنیا کا ہو مدد دوگے۔

یہ کتبہ اِس جگہ اِس لیے لکھا گیا ہو کہ بڑے افسران ہر وقت سرحدیوں کا اعتماد حاصل کرنے اور اُن میں دھرم پر عمل کرنے کی اسپرٹ پیدا کرنے کے لیے کوشاں رہیں۔ یہ فرمان ہر چہار ماہ تشیا کے دن اور اِن دنوں کے دوران میں تہواروں کے موقع پر سُنایا جائے اور فرداً فرداً جب بھی موقع ملے سُنایا جائے۔

اِس طرح کام کر کے تُم مقصد کے حصوٗل کے لیے کوشاں رہو۔

چھوٹے سنگی کتبے

مقام (۱) برہما گڑھی

سُورنگری کے شاہزادے اور وہاں کے مہاماتروں کے حُکم سے اِسیلا کے مہاماتروں کی خیر و عافیت دریافت کرکے انھیں یوں مخاطب کیا جائے۔

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا ارشاد ہے :-

ڈھائی سال سے زیادہ عرصے تک جب کہ میں ایک اُپاسک (مُبتدی بُدھ راہب) رہا ہوں میں نے مذہبی معاملات میں پُورے جوش و انہماک سے کام نہیں لیا پھر بھی میں ایک سال سے زیادہ سنگھ میں ہوں اور میں نے پورے جوش و خروش سے کام کیا ہے۔ اِس عرصے میں میری مملکت کے طُول و عرض میں وہ لوگ بھی جو دیوتاؤں سے ناواقف تھے (یا اُن پر اعتقاد نہ رکھتے تھے) ان سے واقف اور ان کے مُعتقد ہوگئے۔ یہ سب میری مساعی کا نتیجہ ہے۔

ایک ماتحت افسر کے لیے بھی یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی مساعی سے لوگوں کو عقبا کی مسرّت حاصل کرادے۔

یہ فرمان اس لیے لکھا گیا ہے کہ بڑے اور چھوٹے دونوں طرح کے افسران اِس مقصد کے لیے مساعی جمیلہ کریں تاکہ میرے ہم سائے بھی اِس سے واقف ہوجائیں اور تاکہ یہ مساعی زیادہ عرصے تک قائم و

جاری رہیں۔

یہ تحریک بڑھے گی، ابھی اور بڑھے گی اور کم ازکم ڈیڑھ گنا بڑھے گی۔
اِس فرمان کا اعلان ۲۵۶ وِلیشت افسران نے کیا ہے۔

(سہسرام)

یہ فرمان ۲۵۶ وِلیشت افسران نے سُنایا ہے کیوں کہ دو سو اور چھپّن آدمیوں نے دَورے کیے۔ اِس بات کو تُم پہاڑوں پر کُھدوادو اور اس بات کو تم اُن جگہوں پر کُھدوادو جہاں سنگی ستون ہیں۔

(رُوپ ناتھ)

اس بات کو پہاڑیوں پر کھدوا دو۔ یہاں یا دُور تک جہاں بھی سنگی ستون ہیں وہاں اِس بات کو سنگی ستونوں پر کھدوا دو اور اپنے علاقے کے ہر گوشے میں دورہ کرکے زبانی اِس اعلان کو سُناؤ۔ یہ اعلان ۲۵۶ وُلیشت افسران نے سُنایا ہے اور اتنے ہی مبلّغ دورے پر نکلے ہیں۔

---

(۲)

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ کا یہ ارشاد ہے :۔

ماں باپ کا کہنا ماننا چاہیے جان داروں کی جان کی عزّت کرنی چاہیے۔ سچ بولنا چاہیے۔ دھرم کے مندرجہ بالا اصولوں پر عمل کرنا چاہیے۔ شاگرد کو اُستاد کی اطاعت کرنی چاہیے۔ قریبی عزیزوں سے مناسب سلوک کرنا چاہیے۔ یہی زندگی بسر کرنے کے اصلِ اصول ہیں۔ یہی عرصۂ

دراز تک کام آنے والے ہیں لہٰذا انھی پر عمل کرنا چاہیے۔

مقام (۳) بھبرو

"پریہ درسن" بادشاہ مگدھ سنگھ (بدھ جماعت) کو سلام کہتا ہو اور ان کی خیر و عافیت کا خواہاں ہو۔

محترم بزرگو! بُدھ دھرم اور سنگھ سے جو میری عقیدت ہو اُس سے آپ بہ خوبی واقف ہیں۔

محترم بزرگو! مقدّس بدھ نے جو کچھ ارشاد کیا بجا ارشاد کیا مگر محترم بزرگو، اِن میں سے جو باتیں جلیل دھرم کے قیام کے واسطے مَیں نے انتخاب کی ہیں ان کا اعلان مناسب معلوم ہوتا ہو۔ محترم بزرگو، دھرم کی وہ کتابیں[ل] مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ اخلاقیات پر وعظ (وِنایا ساموکس)

۲۔ زندگی بسر کرنے کے بہترین طریقے (آلیہ وسانی)

۳۔ مستقبل کا خوف۔ مذہب اور سنگھ کو پیش آنے والے خطرات (انگت بھیانی)

۴۔ راہبوں کے گیت (مُنی گاتھا)

۵۔ عقلا کی سیرت (مونیا سُتی)

۶۔ اُپاتیسا کے سوالات (اُپاتیسا پکسنی)

۷۔ بُدھ کا وہ وعظ جو انھوں نے راہُل کو دیا تھا۔ اور جو جھوٹ کے تذکرے سے شروع ہوتا ہو۔ (دھیا راہُل سوت)

محترم بزرگو! میری خواہش ہو کہ تمام مقدّس راہب و راہبات

ل۔ "ابوابِ کتاب" بھی اس کے معنی ہو سکتے ہیں۔

دھرم کی ان کتابوں[^1] کو بار بار سُنیں اور ان پر غور کریں۔ اور دونوں جنسوں کے گرہست بھی۔

محترم بزرگو! اسی لیے میں یہ اعلان کُھدوا رہا ہوں کہ سب لوگ میری خواہشات سے آگاہ ہو جائیں۔

"چھوٹے ستونی کتبے"

مقام (۱) رمنی دیئی

دیوتاؤں کا پیارا بادشاہ "پریہ درسن" جب اس کی تاج پوشی کو بیس برس ہو گئے۔ بہ نفسِ نفیس یہاں آیا اور اُس نے عبادت کی۔ چوں کہ یہیں شاکیہ مُنی گوتم بُدھ پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا بادشاہ نے ایک بڑی سنگی دیوار بنوائی۔ اور ایک ستون استادہ کیا۔ چوں کہ مقدس بُدھ یہاں پیدا ہوئے تھے۔ لہٰذا موضع لُمبنی کا مذہبی ٹیکس معاف کر دیا گیا اور لگان صرف ⅛ قائم رکھا گیا۔

مقام (۲) نگلیوا

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ "پریہ درسن" نے اپنی تاج پوشی کے چودھویں سال بُدھ کونک ماما کے اسقوپا میں دوبارہ اضافہ کیا اور جب بادشاہ کی تاج پوشی کو بیس سال ہو گئے تو وہ خود یہاں آیا اور اُس نے عبادت کی اور ایک سنگی ستون استادہ کیا۔

---

[^1]: ابواب

مقام (۳) سارناتھ

دیوتاؤں کے پیارے بادشاہ "پریہ درسن" کا یہ ارشاد ہے :-

. . . . پاٹلی پُتر . . . .

سنگھ میں کوئی ذات بھی رخنہ نہ ڈالے راہب و راہبات میں سے کوئی بھی اگر سنگھ سے منحرف ہوجائے گا تو اسے سفید کپڑے پہنائے جائیں گے اور اُسے خانقاہ کی جگہ کہیں اور رہنا پڑے گا۔ یہ حکم بھکشوؤں اور بھِکشنوں کے سنگھ میں سُنا دینا چاہیے۔

دیوتاؤں کے پیارے کا ارشاد ہے :-

اِس حکم کی ایک نقل جلسۂ عام کی جگہ پر لٹکائی گئی ہے تاکہ تُم اسے بہ آسانی دیکھ سکو۔ اِس کی ایک نقل ایسی جگہ رکھو کہ عام عقیدت کیش ہر روزے کے دِن آکر اِسے پڑھ سکیں۔ اور ہر روزے کے دِن جب کہ ہر مہاماتر اپنے مرکز پر واپس آتا ہے۔ اُسے چاہیے کہ وہ اِس حُکم کو پڑھے اور سمجھے اور تُم بھی اپنی حدودِ حکومت تک دورہ کرکے زبانی یہ حکم سُناؤ اور اسی طرح تمام قلعہ بند قصبات اور تحصیلات میں لوگوں کو دورے پر بھیجو تاکہ وہ سب کو یہ حُکم سُنادیں۔

مقام (۴) سانچی

راہب اور راہبات کے لیے ایک راستہ بتادیا گیا ہے۔

(میری دُعا ہے کہ) میرے بیٹے، پوتے اُس وقت تک قائم رہیں

ل اُڑ گیا ہے۔

جب تک کہ سورج اور چاند ہیں۔ تاکہ جو بھی سنگھ کے اصولوں کو توڑے خواہ وہ راہب ہو یا راہبہ اُسے سفید کپڑے پہنا دیے جائیں اور اُسے خانقاہ کی جگہ کہیں اور رہنا پڑے۔ کیوں کہ میری خواہش ہی کہ سنگھ صراطِ مستقیم پر قائم رہ کر ابدالاباد تک قائم ہی۔

مقام (۵) الہ آباد

اِس ستون پر بھی مندرجہ بالا کتبہ ہی اور اِس سے صرف یہ خاص بات ظاہر ہوتی ہی کہ مقام کسامبھی[۱] کہیں الہ آباد کے نزدیک ہی تھا۔

مقام (۶) الہ آباد

(ملکہ کا کتبہ)

دیوتاؤں کے پیارے کے حکم سے ہر جگہ کے مہاماتروں کو یہ اطلاع دینی چاہیے کہ یہاں پر دوسری ملکہ کے جو بھی تحائف ہیں خواہ آم کے باغ ہیں یا (دوسرے) پھلوں کے باغ یا خیرات خانہ وغیرہ جو کچھ بھی دوسری ملکہ کا کہا جاتا ہی وہ سب دوسری ملکہ مسمّی کروا کی مادرِ تیوار کا ہی۔

۱؎ کسمبھی، جو الہ آباد کے مضافات میں واقع ہی۔

غاروں کے کتبے

باراباں پہاڑی کے کتبے

غار (۱) نگرودھ

یہ برگد والا غار اجیوکوں کو بادشاہ "پریہ درسن" نے اپنی تاج پوشی کے بارھویں سال میں دیا۔

غار (۲) کھلاٹیکا

کھلاٹیکا پہاڑی کا یہ غار بادشاہ نے اجیوکوں کو اپنی تاج پوشی کے بارھویں سال میں دیا۔

غار (۳) کھلاٹیکا نمبر ۲

بادشاہ پریہ درسن جب اس کی تاج پوشی کو ۱۹ برس ہو گئے کھا۔ لہ

. . . .

لہ. اڑ گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کھلاٹیکا پہاڑی میں یہ غار بھی اجیوکوں کو دیا گیا